میرے ہمدم میرے دوست

عفت سحر طاہر

عفت سحر طاہر

میرے ہمدم میرے دوست

"آخر تم بولتی کیوں نہیں اپنے باپ سے کہ تمہیں اس شادی پہ اعتراض ہے؟" ماما بھی اسی پہ چڑھ دوڑی تھیں اور وہ پلک کے رو دی، باپ کی لاڈلی تھی، پر منہ پھٹ نہیں تھی اور نہ ہی اتنی بے دید و بد لحاظ کہ ان کے سامنے جا کھڑی ہوتی۔ البتہ ماما سے کہہ دیا کہ اس کا اعتراض پاپا تک پہنچا دیں۔ اور اسی رات پاپا کے حضور جواب طلبی بھی ہو گئی۔

مکمل ناول

وہ بہت اعتماد کے ساتھ ان کے کمرے میں گئی تھی ماما ایک طرف منہ پھلائے بیٹھی تھیں۔ یقیناً" وہ پاپا کے ساتھ لاحاصل بحث کر کے منہ کی کھا چکی تھیں۔ ہانیہ کا دل ڈوب سا گیا۔

پاپا نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنے سامنے بیڈ پر بیٹھنے کا کہا تو وہ ایک نظر ماما کے خفگی سے پر چہرے کو دیکھنے کے بعد پاپا کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں تمہاری؟" یہ تمہید تھی۔ ہانیہ نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"ٹھیک پاپا۔"

"اور۔۔۔ آگے کا کیا سوچا ہے تم نے۔ آئی مین ماسٹرز کے بعد؟" انہوں نے بات جاری رکھی۔ ہانیہ نے محتاط لفظوں کا سہارا لیا۔

"میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں پاپا!" اس نے امید بھری نظروں سے انہیں دیکھا، پھر ایک نظر ماما پر ڈالی تو انہوں نے جلے سے انیکٹ میں سر ہلا کر گویا اسی لائن کو آگے بڑھانے کا اشارہ دیا۔

"اور پاپا! آپ نے میری ہر بات مانی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی خواہش بھی نہیں ٹالی۔ میری ہی نہیں، زونیہ اور سعدیہ آپی کی بھی۔ آئی ہوپ! آپ مجھے میرے فیوچر کا فیصلہ کرنے کا حق بھی دیں گے۔" اس نے دو ٹوک بات کی سنہ کہتے ہوئے بھی سب کہہ گئی۔

پاپا خاموش ہو گئے۔ ہانیہ کا دل کانوں میں دھڑکنے لگا۔ اس نے دزدیدہ نظروں سے پاپا کو دیکھا۔ وہ جیسے کسی سوچ میں گم تھے، پھر گہری سانس بھر کے مسکرائے۔

"اوکے۔۔۔ تم جتنا جی چاہے پڑھو۔ جاب بھی کر لینا۔ میں تمہیں کبھی نہیں روکوں گا مگر اس کے بدلے آج پہلی بار تم سے میں ایک فرمائش کرنا چاہتا ہوں تو کیا میری بیٹی میری وہ فرمائش پوری کر سکے گی؟"

"اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور پاپا۔" وہ بڑا فروختہ سی ہونے لگی۔ پاپا نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ ملائمت سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھاما اور ہونٹوں سے چھو لیا۔ ہانیہ کا دل موم ہونے لگا۔

"میری عزت، میرا وقار، میری زبان سب تم ہی سے ہے ہانی!" پاپا نے بات کیا شروع کی، اپنی عزت کا سارا بھار اس کے سر رکھ دیا۔

"اسے ایموشنلی بلیک میل مت کرو وقار۔" ماما نے تیز لہجے میں کہا۔

"تم چپ رہو تہمینہ! جیسے میں سعدیہ اور زونیہ کی مرتبہ چپ رہا تھا۔" پاپا نے سرد انداز میں انہیں خاموش کروا دیا اور ہانیہ کو لگ رہا تھا کہ وہ کسی شکنجے میں پھنسنے والی ہے اور اس سوچ کے ساتھ ہی اس کی سانس رکنے لگی۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہاری میرو تک بہت اچھی اور کامیاب ہوا ہانی! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ سعدیہ اور زونیہ کے رشتوں پر میں دل سے راضی نہیں تھا۔ مگر تمہاری ماں اور بہنوں کی بے جا ضد کے آگے میں ہار مان گیا۔"

"تو کیا غلط ضد کی تھی ہم نے؟ عیش کر رہی ہے سعدیہ اور زونیہ کے سسرال والوں کا بھی شہر میں اونچا نام ہے۔" ماما کب سے ضبط کھو بیٹھیں۔

"اگر تم خاموش نہیں رہ سکتیں تو دوسرے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں ہانیہ سے ضروری بات کر رہا ہوں۔"

پاپا کا انداز ماما کے لیے کافی عرصے سے سرد ہی تھا۔ جب سے سعدیہ آپی کی شادی ہوئی تھی یا پھر بعد میں جب زونیہ نے ضد کی کہ وہ علی ہی سے شادی کرے گی اور ماما نے بیٹیوں کا پورا پورا ساتھ دیا۔ پہلے سعدیہ آپی نے سینیئیر بیلو تنگ کھا لیں معز بھائی کے پیچھے اور زونیہ نے تو محض دھمکی ہی دی تھی کہ پاپا مان گئے مگر اس دن کے بعد سے پاپا اور ماما کے مابین محسوس کن سرد مہری آ گئی تھی۔

ماما منہ دوسری طرف کر کے بیٹھ گئیں۔ ہانیہ کی رنگت زرد تھی۔ اس کی دنیا میں روشنیوں سے پہلے ہی اندھیرا ہونے والا تھا، یہ وہ اچھی طرح جان چکی تھی۔ وہ کبھی بھی اپنے پیارے پاپا کو نیند کی گولیاں کھا لینے اور ان کے بغیر مر جانے کی دھمکی نہیں دے سکتی تھی۔ وہ سب سے چھوٹی تھی۔ پاپا کی لاڈلی، پاپا کے

رنگ میں رنگی۔

"میں نرگس کی طرف جاتا ہوں، بلکہ پچھلے دو سالوں سے جا رہا ہوں، تمہیں پتا ہے نا؟" پاپا نے اپنی اکلوتی بہن کا ذکر کرتے ہوئے ہانیہ کو متوجہ کیا تو اس نے مرے مرے انداز میں سر ہلایا۔

"بہت اچھا ماحول ہے ان کا۔ سادگی اور اپنائیت سے بھرا۔" پاپا بہت جذب سے بول رہے تھے۔ خوشی ان کے چہرے پر چھلک رہی تھی اور ہانیہ کا دل ڈوب ڈوب کر ابھر رہا تھا۔

وہ اس سے کیا مانگنے والے تھے، وہ جانتی تھی۔

"کہنے کو تو گاؤں ہے، مگر اب تو وہاں ہر کوئی پڑھ رہا ہے۔ اعلا تعلیم کے لیے شہر آ رہا ہے۔ نرگس کے سارے بچے بھی بڑے اچھے اسکولز اور کالج میں پڑھے ہیں۔ میں تو حیران رہ گیا تھا دیکھ کر۔"

"خدا کے لیے وقار! بند کرو یہ نرگس نامہ۔ یہ اس آزمائش کے قابل نہیں ہے۔ میں نے اپنی بیٹیوں کی ایسی تربیت نہیں کی کہ وہ لاہور جیسے شہر سے اٹھ کے کسی چک میں بیاہ کے چلی جائیں۔" ماما تنفر سے بولیں۔ اب کی بار پاپا نے انہیں نظر انداز کرتے ہوئے سیدھے سجاؤ ہانیہ سے پوچھا۔

"میری خواہش تھی اللہ مجھے ایک بیٹا دیتا ہانیہ! سعدیہ اور زونیہ کی مرتبہ بھی یہ خواہش تھی مگر تمہاری دفعہ تو میں نے خدا سے بہت گڑگڑا کے دعائیں مانگیں۔ تب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تم سے نفرت نہیں کی بلکہ یہ سوچ کر کہ اللہ نے یقیناً" میرے حق میں بہترین فیصلہ کیا ہے، میں نے سب سے زیادہ محبت تمہیں دی۔ تم سعدیہ اور زونیہ سے بہت الگ ہو اور میں جانتا ہوں کہ تم ان کی دنیا میں خوش رہ بھی نہیں سکتیں۔ اسی لیے میں نے نرگس سے خود بات کی ہے تمہارے اور عباد کے رشتے کی۔ اب تم بتاؤ کیا میرا تم پر اتنا بھی حق نہیں تھا؟"

ہانیہ سمجھ گئی۔ پاپا اس کے ہاتھ سے اپنے کر عباد تھما نا چاہ رہے تھے تو دونوں کھلونے۔ پر ایک ہانیہ کی مرضی کا تھا اور دوسرا پاپا کی مرضی کا۔ تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔

"پاپا۔۔۔ میں کیسے اجنبی لوگوں میں۔۔۔ آئی مین! ایک گاؤں میں کیسے رہ سکتی ہوں میں؟" اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔

"وہ تمہاری پھپھو کا گھر ہے بیٹا! وہاں کوئی بھی تمہارے لیے اجنبی نہیں ہے۔ عباد ہے، اس سے چھوٹی کرن اور پھر سعد، سب دوستوں کی طرح ہیں۔ بلکہ جتنی محبت اور اپنائیت میں نے اس گھر میں دیکھی ہے، کبھی ان شہروں میں کہیں نہیں دیکھی۔" وہ اس کے ہر اعتراض کا منہ بند کر رہے تھے۔

"اور رہا گاؤں یا شہر میں نہیں ہوتا ہانیہ! بلکہ لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ شہر کے لوگ بدترین ہوں تو ان کے ساتھ رہا جا سکتا ہے کیا؟ ساری بات انسانیت کی ہے۔ وہ چاہے شہروں میں ہو یا دیہاتوں میں۔" وہ نرمی سے بول رہے تھے۔ ہانیہ کا دل پگھل کر آنکھوں کے رستے بہنے لگا۔

"پاپا۔۔۔ میں نے کبھی اپنے فیوچر کے متعلق اس طرح نہیں سوچا۔"

"تو اب سوچ لو ہانی۔۔۔ ٹیک یور ٹائم بیٹا! کوئی زبردستی نہیں تم پر۔ صرف میری خوشی اور ارمان ہے۔" پاپا کو شاید اس کے بہتے آنسو نظر ہی نہیں آ رہے تھے۔ یا شاید وہ ماما کے مقابلے میں اس بار اپنی ضد منوانے کی خاطر اتنے سخت دل ہو گئے تھے۔

انکار کے تند و تیز الفاظ ہانیہ کے ہونٹوں تک آ کر لوٹ رہے تھے۔

"جلدی بالکل بھی نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سے سوچ لو۔ میں تمہیں نرگس کے گھر لے کے جاؤں گا۔ تم خود عباد سے ملنا۔ وہ بالکل میری طرح ہے۔" پاپا کے انداز میں محبت بول رہی تھی۔

ہانیہ چپ چاپ اٹھ کے آ گئی۔ پاپا کے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے پاپا کا تیز لہجہ اور پھر ماما کے چیخنے چلانے کی آوازیں اپنے کمرے تک آتے

ہوئے سنیں مگر وہ جیسے ایک عالم دکھ میں تھی۔ یا شاید عالم بے خودی میں۔ اس کا دوپٹا زمین پہ رلتا ہوا آرہا تھا۔

لاؤنج میں ٹی وی دیکھتی زونیہ نے ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے اس سے کچھ پوچھا مگر ہانیہ کو کچھ سنائی ہی نہیں دیا۔ پاپا کی باتیں اس کی سماعتوں کو پر کرچکی تھیں۔ ان کی عزت اور مان کا بوجھ ہانیہ کی گردن جھکائے ہوئے تھا۔ اتنا کہ وہ زونیہ کو دیکھ نہیں پائی تھی۔ یوں ہی پاؤں گھسیٹتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

رات وہ بہت روئی۔ دل و دماغ نے ایک ہی فیصلہ کیا کہ وہ ابرو کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ فقط پاپا کی خوشی کی خاطر وہ اپنی ساری زندگی کی خوشیاں داؤ پر نہیں لگا سکتی۔

اس نے سوچ لیا کہ وہ بس ایک بار پاپا کی نافرمانی کرے گی اور اس کے بعد ساری عمران کی فرماں بردار بن کے رہے گی مگر بس یہ ایک فیصلہ وہ اپنی مرضی سے کرنا چاہتی تھی۔

"صبح میں پاپا کو صاف انکار کردوں گی۔ مجھے مہاد سے شادی نہیں کرنی۔" اس نے قطعی فیصلہ کرتے ہوئے منہ پہ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے اور تولیے سے منہ پونچھتی بیڈ پہ آبیٹھی۔

"میں پاپا کو منالوں گی۔" اس نے ذہن کو مطمئن کیا۔ اب وہ قدرے بہتر محسوس کررہی تھی۔

"پاپا نے کہا ہے مجھ پہ کوئی زبردستی نہیں۔ میں جو چاہے فیصلہ کرسکتی ہوں۔"

وہ بیڈ پہ لیٹتے ہوئے ان کی بات دہرا کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر ٹیبل لیمپ بھی آف کردیا۔ اس نے اپنی زندگی کی اچھی طرح پلاننگ کرلی تھی۔

مگر ہوتا تو وہی ہے جو خدائے بزرگ و برتر کی پلاننگ ہے۔

آدھی رات کو زونیہ نے آکر اسے جھنجوڑا اور بتایا کہ پاپا کو ہارٹ اٹیک ہوگیا ہے۔ وہ بے اختیار دھک سے رہ گئی۔ نیند سے یوں ایک دم اٹھائے جانے اور اتنی بری خبر نے اس کے اعصاب پر شدید اثر کیا تھا۔ زونیہ نے اسے سختی سے ہلایا۔

"جلدی کرو' ماما کے ساتھ جانا ہے۔ ڈرائیور اور چوکیدار کو بلوایا ہے ماما نے پاپا کو اسپتال لے جانے کے لیے۔" زونیہ اس سے زیادہ مضبوط اعصاب کی مالک تھی یا شاید ماما کی طرح قدرے بے حس۔

اور وہ اعصابی مریضہ کی طرح لرزتی کانپتی زونیہ اور ماما کے ساتھ پاپا کو لیے شہر کے بہترین اسپتال چلی آئی۔

پاپا آئی سی یو میں تھے۔ اس نے پاپا کے لیے ڈھیروں دعائیں کر ڈالیں اور اس دوران اس نے ماما کے چہرے پہ سختی سی دیکھی۔

چٹانوں کی سی سختی۔

ہانیہ کا رونے سے برا حال تھا اور زونیہ موبائل سے نمبرز ملا کر جانے کس کس کو اطلاع کرتی رہی۔ اگر وہ پریشان بھی تھی تو کم از کم ہانیہ کی طرح کھلی کتاب بن کے نہیں بکھر رہی تھی۔

"سعدیہ آپی تو فیملی کے ساتھ بھوربن گئی ہوئی ہیں۔" زونیہ نے اطلاع دی۔

"اٹس او کے۔" ماما کے انداز میں لاتعلقی سی تھی۔ پھر انہوں نے بدحال سی ہانیہ کو تیز نظروں سے دیکھا۔

"تم اپنی حالت درست کرو۔ اب ٹھیک ہے وہ۔ ابھی آدھے گھنٹے تک روم میں شفٹ کردیں گے اسے۔" ہانیہ نے شاکی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"میرے باپ ہیں وہ۔ فطری پریشانی ہے میری۔" اس کے آنسو پھر سے نکل آئے۔ زونیہ کو کوفت نے گھیرا۔

"تو رونے سے کیا مصیبت ٹل جاتی ہے۔"

"رات تو بالکل ٹھیک تھے پاپا۔ اتنی باتیں کیں مجھ سے۔ پھر اچانک۔" ہانیہ کو ماں سے پوچھتے پوچھتے اچانک ان کے کمرے سے اٹھنے والا شور سا یاد آنے

لگا تو وہاں کا منہ دیکھنے لگی۔

"تو کون سا پہلا ہارٹ اٹیک ہے تمہارے باپ کا اور ویسے بھی انسان کسی بات پر اتنا ہی زور اور ضد لگائے جتنا کہ وہ برداشت کرسکتا ہو۔" ماما بہت سفاک تھیں۔ یہ ہانیہ کو اس لیے اسپتال کے اس کوریڈور میں علم ہوا۔

"اور تم۔" وہ اچانک انہوں نے دانت پیسے۔

"خبردار! جو تم اس کی بلیک میلنگ کا شکار ہوئیں۔ بے وقوفوں کی طرح ہر فیصلے پہ سر جھکانا محبت کی نہیں جہالت اور بے وقوفی کی نشانی ہے۔ سعدیہ اور زونیہ کو دیکھو ہاتھ بڑھا کے ستارے توڑ لیے ہیں انہوں نے۔ تم کیوں باپ کی فرمائش پہ اپنے ہاتھ باندھ رہی ہو؟ یہ ایک فیصلہ ہے جس پہ تمہاری اگلی ساری زندگی ڈپینڈ کرتی ہے ہانیہ! اس کا اختیار اپنے ہی ہاتھ میں رکھو۔"

"مگر پاپا۔" ہانیہ کی آنکھوں سے گرم پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔

"شٹ اپ ہانی!" وہ سختی۔ بلکہ سخت دلی سے بولیں۔

"زندگی اور موت کے دن مقرر ہیں۔ کسی کی باتوں سے انسان کی زندگی بڑھتی یا کم نہیں ہوتی۔ تمہارے انکار سے اس کی زندگی کم نہیں ہوجائے گی اور نہ ہی اقرار سے سو سال بڑھ جائے گی۔ وہی فیصلہ کرو جو تمہاری مرضی ہے۔ ہاتھ بڑھاؤ اور ایک ستارہ تم بھی توڑلو۔"

ہانیہ کو ان کی بہت سی باتوں پر اعتراض تھا مگر ان سب سے ایک طرف ماما کی اس قدر سخت دلی پر۔

ڈاکٹرز نے پاپا کو کمرے میں شفٹ کردیا۔ ابھی وہ دواؤں کے زیر اثر سو رہے تھے۔

"میں پاپا کے پاس رکتی ہوں۔ اب تو صبح ہو ہی چکی۔ آپ تھوڑے ریسٹ کے بعد آجایئے گا۔" ہانیہ نے ماما اور زونیہ سے کہا تو وہ مان گئیں۔

"ویسے تو ڈرائیور موجود ہے یہاں۔ تم بھی چلی چلو۔ ابھی کون سا وقار کو ہوش آیا ہے۔" ماما نے کہا تو

ہانیہ کا دل بُرا ہونے لگا۔ وہ ان سنی کرتے ہوئے پاپا کے کمرے میں چلی گئی۔

"ڈرائیور کے ہاتھ ناشتا اور تمہارا بیگ بھجوادوں گی میں۔" زونیہ نے کمرے میں جھانک کر اسے تسلی دی تو وہ سرہلاتی پاپا کے بستر کے پاس رکھی کرسی پہ ٹک گئی۔

ماما اور زونیہ چلی گئیں۔ ہانیہ نے خود کو تھوڑا آرام دہ محسوس کیا۔

پاپا کے چہرے پہ نظر کی تو اسے رونا آنے لگا۔ کل رات یہ چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اس نے ان کے چہرے پہ چھائی زردی دیکھ کر دل میں سخت تکلیف محسوس کی اور ان ہونٹوں نے رات میرا ہاتھ کتنی محبت سے چوما تھا۔ کیا دنیا میں اور کوئی شخص مجھ سے اتنی محبت کرسکتا ہے؟

"کبھی نہیں۔" اس کے ذہن و دل کی رائے متفق تھی۔

"میں پاپا سے ابرو کا ساتھ مانگتی رہوں۔ ضد کروں۔ لیکن اس کے بجائے وہ مجھے مہاد کا ہاتھ تھما دیں تو کیا میں پاپا سے اتنا ہی پیار کرپاؤں گی جتنا ابھی کرتی ہوں؟ یا میں مہاد سے کبھی محبت کرپاؤں گی۔"

"بالکل نہیں۔"

اور پاپا۔ پاپا جیسا ظرف کہاں سے لاؤں۔ سے بیٹا مانگتے ہوئے جنہیں بیٹی ملی تو بہتر کے بدلے بہترین کا سوچ کر مجھ سے بیٹے سے بڑھ کے محبت کی۔

پاپا کا سوہاتھ تھامے اس کے آنسو بہے چلے جارہے تھے۔ یونہی الٹی سیدھی سوچیں اور عجیب سے وسوسے۔

ماما نے ڈرائیور کے ہاتھ اس کا ناشتا بھجوادیا تھا۔ دل نہ چاہنے کے باوجود اس نے چائے کے ایک کپ کے ساتھ دو تین بسکٹ کھالیے۔

ماما اور زونیہ دوپہر کو آئیں تو ان کے ساتھ سعدیہ آپی اور سعد بھائی بھی تھے۔

اس وقت پاپا ہوش میں تھے اور ہانیہ ان سے چھوٹی

چھوٹی باتیں کررہی تھی۔ اور وہ اب قدرے بہتر محسوس کررہے تھے۔

"زوبی نے تو ڈرا کے رکھ دیا ہمیں۔ سارا پروگرام چھوڑ کے آنا پڑا۔

کیسے ہیں آپ پاپا۔" سعدیہ آپی بولتے ہوئے سوچنے کی زحمت کم ہی کیا کرتی تھیں۔

ہانیہ نے بے اختیار پاپا کو دیکھا۔ وہ ہلکے سے مسکرائے تھے اور سعدیہ آپی کے قریب آنے پر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ٹھیک ہوں میں۔"

معیز بھائی بھی "کیسی طبیعت ہے اب انکل؟" کہہ کر ماما سے گفتگو میں مصروف تھے۔ ان کے اور پاپا کے سفارتی تعلقات بھی سرد مہری کا شکار تھے۔ جانے کیوں پاپا کو وہ داماد کے روپ میں قبول نہ تھے دوسری طرف معیز بھائی بھی پاپا سے لیے دیے ہی رہتے تھے۔

سعدیہ آپی جتنی دیر وہاں رہیں، انھیں اپنا پروگرام ملتوی کرکے بھوربن کی تفریح چھوڑ کے آنے کا غم ستا رہا۔ پاپا تو اچھے بھلے ہوش و حواس میں تھے۔ ان کی باتیں سن سن کر ہانیہ خواہ مخواہ پاپا کے سامنے چور سی بن رہی تھی۔ حالانکہ پاپا تو یوں ظاہر کررہے تھے جیسے انھوں نے سعدیہ آپی کی کوئی بھی بات سنی ہی نہ ہو۔

سعدیہ آپی اور معیز بھائی تھوڑی دیر ہی ٹھہرے۔ پاپا ابھی دو دن تک اسپتال ہی میں تھے۔ ہانیہ نے خود فیصلہ کرلیا کہ اسے پاپا کے پاس ہی ٹھہرنا ہے۔ ماما کو شوہر کے بغیر تو نیند آجاتی مگر اپنے بستر اور اپنے تکیے کے بغیر سونا محال تھا تو زونیہ کو ہسپتال کی فضا اور دواؤں کی بو سے نفرت تھی۔ سو شام کے بعد وہ دونوں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ہانی بیٹا! آپ بھی جاؤ۔ ریسٹ کرو جاکر۔" پاپا نے پیار سے کہا۔

"کم آن پاپا! اتنا اچھا موقع ملا ہے باتیں کرنے کا اور آپ ایسے مشورے دے رہے ہیں۔ اور ریسٹ تو اس بیڈ پر بھی ہوجائے گی۔" ہانیہ نے مصنوعی خفگی سے کہا

اور کمرے میں موجود دوسرے بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں نے تو کہا ہے اسے کہاں عادت ہے رات بھر جاگ کے خدمتیں کرنے کی۔ اور پھر یہاں ترسز ہیں ڈاکٹرز ہیں۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے اٹینڈنٹ کو اکیلے رہنے میں۔"

ماما کی لاتعلقی کبھی کبھار سنگ دلی کی حد تک پہنچی محسوس ہوتی تھی۔

"لو کے ماما! آپ دونوں جائیں۔ میں پاپا کے پاس ہی رہوں گی اور پاپا کو لے کر ہی گھر آؤں گی۔" ہانیہ جلدی سے آگے بڑھ کے ماں کو پیار کرتے ہوئے بات بدل گئی۔ پھر زونیہ سے کہا۔

"اور زونی! تم جاتے ہوئے ڈاکٹر سے پاپا کے کھانے کے متعلق پوچھ لینا اور پھر گھر سے بھجوا دینا۔"

"او کے۔" وہ دونوں بائے کرکے چلی گئیں۔

ہانیہ کو جانے کیا ہوا ایکدم رونا سا آگیا۔

"کیا ہوا؟" پاپا اسے آنکھیں مسلتے دیکھ کر حیران ہوئے۔

"پاپا! ہم نہیں۔ کبھی کبھار ماما مجھے آپ کی سوتیلی بیوی لگتی ہیں۔" اور پاپا کو اس کی بات پر زور سے ہنسی آگئی۔

"سوتیلی بیوی کی۔ یہ خوب کہا تم نے۔"

"اور کیا۔ ایک عمر ساتھ گزارنے کے بعد بھی ہم ایک دوسرے کے پاس جا رہے ہیں اور آپ اس پار۔" ہانیہ کو ماما کا انداز اور باتیں تکلیف دے رہی تھیں۔

"جس کے ساتھ قلبی و روحانی تعلق ہو پاپا! اس کے تو اندر تک اتر جانا چاہیے۔ اس کے اس کی خوشی اس کے غم کو محسوس کرنا چاہیے۔ میاں بیوی کے رشتے سے زیادہ قریب کوئی رشتہ بنایا ہی نہیں گیا اس دنیا میں۔ اور اسی میں اتنی دوری۔ ساری عمر اک عذاب میں کاٹنے کے مترادف ہے۔" ہانیہ نے جھرجھری سی لی تو وہ ہلکے سے انداز میں مسکرا دیے۔

"اب تو عمر گزر گئی بیٹا جان! اور پھر عمر کا یہ دور بھی ہے کہ بہت سی کمیوں پر پردے ڈال دیتی ہے۔ ہیلنس ہو ہی جاتا ہے کچھ نہ کچھ۔"

ہانیہ کو سعدیہ آپی اور زونیہ کے لاتعلق سے انداز

یاد آئے۔ پیار تو وہ بھی پاپا سے کرتی ہی ہوں گی مگر انہیں دنیاداری بھی بہت عزیز تھی۔

مگر ہانیہ کو تو دنیا بھر سے زیادہ اپنے پاپا عزیز تھے۔

"موبائل ہے تمہارے پاس؟"

"جی پاپا! زونیہ میرا کچھ سامان لائی تو ہے۔ اسی میں ہوگا۔" وہ دوسرے بیڈ پر پڑا بیگ چیک کرنے لگی تو پاکٹ میں سے اپنا سیل فون بھی مل گیا۔

"اور ذرا اپنی پھپھو کو فون کرو بیٹا!" پاپا نے کہا۔

"لیکن میرے پاس تو نمبر نہیں ہے ان کا۔" ہانیہ متم بڑی۔ جو پھپھو وہ سچ سے بھولی ہوئی تھی وہ یاد آگئیں۔

ان کا ہمارا رشتہ کون چاہا بندھی۔

پاپا نے اسے نمبر بتایا۔

"یہ عباد کا نمبر ہے۔ اسے میری بیماری کا بتاؤ اور اسپتال کا نام اور روم نمبر بھی۔" پاپا نے بستر پہ دراز ہوتے ہوئے کمزور لہجے میں کہا تو وہ ہچکچا سی گئی۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس نے کال ملا ہی لی۔ چند لمحوں کے بعد شاید عباد لائن پر تھا۔

"ہیلو۔" جبھی گھبری کی وجہ سے اس کی ہیلو سوالیہ تھی۔ ہانیہ نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔

"میں ہانیہ بات کررہی ہوں۔"

"جی! کس سے بات کرنی ہے آپ نے؟" وہی لاتعلق سا انداز۔

"عباد صاحب سے بات کرنی ہے۔" وہ قدرے چڑ کر بولی۔

"جی۔ میں عباد صاحب ہی بول رہا ہوں، آپ کون ہیں؟" وہ حیران سا پوچھ رہا تھا۔ ہانیہ سلگ کر رہ گئی۔

"پاپا سے بات کرلیں آپ۔" اس نے فون پاپا کی طرف بڑھا دیا۔

"شاید آپ کو پہچان لیں۔ میں ذرا ڈاکٹر کے پاس ہوکے آتی ہوں۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔

اسے درحقیقت غصہ آرہا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس سے پاپا اپنے تئیں اس کا رشتہ طے کیے بیٹھے تھے اور وہ اس کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔

"میں پاپا کو صاف لفظوں میں انکار کردوں گی۔ مجھے پاپا اور ماما جیسی لائف نہیں گزارنی۔"

وہ جب تک ڈاکٹر سے پاپا کی صحت یابی کے بارے میں گفتگو کرکے آئی پاپا نیم غنودہ کیفیت میں تھے۔ نرس ان کے پاس ہی تھی۔

"سیڈیشن لے لی ہے انہوں نے۔ اب انہیں ریسٹ کرنے دیں۔ فی الحال زیادہ باتیں نہ کرنے دیں۔" نرس نے مسکراتے ہوئے پاپا کے پاس پڑے موبائل کی طرف اشارہ کیا تو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہانیہ نے اپنا موبائل اٹھالیا۔

نرس کے جانے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک کرسی قریب کیے پاپا کا ہاتھ تھامے سہلاتی رہی۔ وہ سو رہے تھے۔

ہانیہ نے ان کا زرد پڑتا ہاتھ چوم لیا۔ ہانیہ کو یقین تھا پاپا بالکل ٹھیک ہوجائیں گے۔

اس نے موبائل پہ ٹائم دیکھا۔ آٹھ بجنے والے تھے۔ ابھی نیند کا نام و نشان بھی نہ تھا سو وہ اسپتال کا ایک چکر لگانے نکل پڑی۔

پرائیویٹ کمروں میں بے پناہ خاموشی تھی البتہ وارڈ میں مریضوں اور ان کے اہل و عیال کی چہل پہل، نرسز کی آمد و رفت جاری تھی۔ یا پھر کاؤنٹر پہ کھڑی کبھی لپ اسٹک لگاتے کہیں لگاتی نرسیں۔

وہ کاریڈور کا دروازہ دھکیل کر باہر لان میں نکل۔ وہاں بھی کافی ملاقاتی ادھر ادھر بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اپنے دھیان میں برآمدے کی سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ ناکافی روشنی میں پاؤں ٹھیک سے نہیں پڑا اور وہ دوسری سیڑھی سے نیچے آرہی۔ وہ تو اچانک گری کہ سامنے سے آنے والا بھی اسے بچا نہیں پایا۔ ہانیہ کا پاؤں بری طرح مڑا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس کے منہ سے کراہ نکل گئی تو اس شخص نے جھٹتے ہوئے ہانیہ کا پاؤں جلدی سے سیدھا کرکے تیزی سے مساج کیا۔

"فوراً" یہ مساج نہیں کریں گی تو تکلیف بڑھ جائے گی۔"

گرنے کی شرمندگی اور پاؤں کی تکلیف دونوں ہی زیادہ تھیں۔ ہانیہ کو رونا آنے لگا۔

"اٹھنے کی کوشش کریں تاکہ اندازہ ہو چل سکتی ہیں آپ یا نہیں۔" وہ مشورہ دے رہا تھا۔

"آپ دو منٹ خاموش نہیں رہ سکتے۔" وہ چڑ کر بولی تو مقابل نے تحیر سے اسے دیکھا۔

"سبحان اللہ۔ محترمہ کیا یہاں استراحت فرما کر غور و فکر کرنا چاہ رہی ہیں؟" اس کے انداز میں طنز تھا۔

"آپ کو کیا۔ آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں جائیں۔" ہانیہ نے ہاتھوں کی پشت سے آنکھیں رگڑیں۔

"یہ شاید... بلکہ یقیناً آپ ہی کا ہے۔" اس نے پاس پڑا موبائل فون اٹھا کر ہانیہ کی طرف بڑھایا۔

ایک اور احسان۔

ہانیہ نے دیکھا اتنی زور سے گرنے کے بعد بھی وہ ٹھیک حالت میں تھا۔

"اگر آپ نے اندر جانا ہے تو میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہانیہ جواب دیے بغیر اٹھی مگر دو قدم چلنے پر ہی اسے احساس ہو گیا کہ وہ پاؤں پر زیادہ بوجھ نہیں ڈال سکتی۔

"میں بھی اندر ہی جا رہا ہوں اور بھروسا رکھیے شریف آدمی ہوں۔ چاہے تو نرسوں سے مار پڑوا دیجیے گا اگر کچھ شک ہوا تو۔" وہ دوستانہ انداز میں ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا تو ہانیہ کو مجبوراً اس کا بازو تھامنا پڑا۔ ہاتھ نہیں تھاما کہ کچھ عجیب سا لگا تھا۔

بمشکل سیڑھیاں چڑھ کے وہ اس کے ساتھ ہسپتال کی عمارت میں داخل ہوئی۔ اس شخص نے کاؤنٹر پہ موجود نرس کو ہانیہ کی کنڈیشن بتا کر ٹریٹمنٹ لے کر دی اور ساتھ میں مساج کے لیے کریم۔

"تھینکس۔" ہانیہ اس کی مشکور ہوئی۔ کھلتے نقوش والا اونچا لمبا سانولا شخص ہانیہ کو اچھا لگا۔

"تھینکس ٹو یو۔ مجھ پہ اعتبار کرنے کے لیے۔" اس کی مسکراہٹ بہت دلکش تھی۔ دوستانہ بھی۔ نہ کوئی نخریلا پن والا انداز اور نہ خوامخواہ کی بے تکلفی۔

وہ اپنے موبائل پہ کوئی نمبر ملا رہا تھا۔ نرس ہانیہ کے پاؤں پر کریم سے مساج کر رہی تھی۔ ہانیہ کے ہاتھ میں دبا موبائل بول اٹھا۔ اسکرین پہ آنے والا نمبر عباد رضا کا تھا۔

ہانیہ کی تیوری پر بل پڑے۔ نرس کو روک کر اس نے پاؤں جوتے میں ڈالا۔ اس نے چند گز کے فاصلے پر موجود اجنبی کو دیکھا جو اس کی طرف پشت کیے شاید فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

ہانیہ اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی یہاں سے پرائیویٹ رومز کی طرف چل پڑی۔ اس کا اس اجنبی سے مزید گفتگو کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبا فون اب خاموش ہو چکا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو پاپا سو رہے تھے۔ وہ بھی آکر اپنے کاؤچ نما بستر پر بیٹھ گئی۔ سینڈلوں کو جوتوں کی گرفت سے آزاد کر کے بستر پر رکھا اور متاثرہ پاؤں کا ہلکے ہاتھ سے مساج کرنے لگی۔ اسی وقت دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

ہانیہ چونکی تو اکثر نرس دستک دے کر نہیں آتے تھے۔

"یس۔" ذرا رک کر اس نے قدرے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ آہستہ سے کھلا۔ سامنے موجود شخص کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔ ادھر بھی یہی صورت حال تھی۔

"ارے آپ۔ آپ تو یہاں سے ایسے بھاگیں کہ میں۔" وہ خوش گوار سی حیرت کے ساتھ بولتا ہوا اندر داخل ہوا پھر بستر پر سوئے وقار صاحب کو دیکھ کر نہ صرف اس کے الفاظ گم ہوئے بلکہ چہرے کے تاثرات میں بھی سنجیدگی اتر آئی۔ وہ جا کر وقار صاحب کے پاس کھڑا ہو گیا۔

"یہ میرے پاپا ہیں۔" ہانیہ نے جلدی سے تعارف کرایا۔

"اور میرے ماموں جان۔" قدرے توقف کے بعد صاف آواز میں کہتے ہوئے اس نے جھک کر وقار

صاحب کے سینے پر رکھے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

ہانیہ حیران رہ گئی۔

"عباد رضا۔؟"

وہ چند لمحوں کے بعد اس کی طرف پلٹا جو صاف سلیٹ ذہن لے کر منہ اٹھائے اسی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے ان کی؟" وہ بڑی اجنبیت سے پوچھ رہا تھا۔ ہانیہ گڑبڑا کر حواس میں لوٹی۔

"ہاں۔ اب تو بہت بہتر ہیں۔"

"آپ میرے خیال میں اب گھر چلی جائیں۔ میں ان کے پاس ہی رکوں گا۔" وہ اتنے تحکمانہ انداز میں بولا کہ ہانیہ کو غصہ آنے لگا۔

"جی نہیں۔ میں پاپا کے پاس ہی رہوں گی۔"

"ڈرائیور ہے تو اسے فون کر لیں۔ صبح آ سکتی ہیں آپ۔" وہ جیسے اس کی بات سن ہی نہ رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے لان میں جو نرمی اور دوستانہ پن اس کے لہجے سے چھلک رہا تھا اب ناپید تھا۔

"یہ میرے" پاپا ہیں۔" ہانیہ نے احتجاج کیا۔

"تو میں کون سا اپنے نام لکھوانے لگا ہوں؟" وہ بھی قدرے جھنجھلا سا گیا۔ پھر مصالحانہ انداز میں بولا۔

"اور میں خود نہیں آیا یہاں پہ۔ ماموں جان نے بلایا تھا مجھے۔ اب یہاں ایک وقت میں ایک ہی اٹینڈنٹ رہ سکتا ہے۔"

ہانیہ کو ناگوار تو لگا مگر فی الحال کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ رات اسی کمرے میں رہنے والا تھا تو واقعی ہانیہ کا یہاں رہنا مشکل تھا۔ وہ غصہ ضبط کرتی ماما کو فون کرنے لگی۔

"ڈرائیور کو بھیجیں میں گھر آ رہی ہوں۔"

"خیریت ہی ہے۔ بس پاپا کے کچھ خاص تیمار دار آ گئے ہیں۔ اس لیے میں گھر آنا چاہ رہی ہوں۔"

"تمہاری پھپھو...؟" ماما فوراً نتیجے کے قریب ترین پہنچیں۔

"ان کے صاحب زادے۔" ہانیہ نے بھرپور طنز کیا۔ وقار صاحب کے نزدیک کرسی پہ بیٹھا عباد یقیناً اس کی بصیرت افروز گفتگو سے اچھی طرح محظوظ ہو رہا تھا۔

"اسے دفع کرو وہاں سے۔ تم کیوں بھاگ رہی ہو۔" ماما کو غصہ آیا۔

"شوق سے نہیں بھاگ رہی۔ اب اس کی موجودگی میں تو رات رہ نہیں سکتی یہاں۔" ہانیہ کو تو پہلے ہی غصہ آ رہا تھا۔ مزید چڑ گئی۔

"بھیجتی ہوں میں ڈرائیور کو۔ اور اس لونڈے سے تو میں آ کے نمٹوں گی صبح۔" غصے میں ان کا لہجہ یوں ہی پشتوں سے اتر جایا کرتا تھا۔ فون بند کر کے وہ عباد رضا کی پشت کو گھورنے لگی۔ ابھی پاپا جاگ رہے ہوتے تو وہ اس شخص کو وہاں سے نکلوا کر ہی دم لیتی۔

اور ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس نے ایک دم عباد رضا کو اٹھ کر پاپا پر جھکتے دیکھا۔

ہانیہ کا دل اچھل کر حلق میں آن اٹکا۔ وہ اپنے پاؤں کی تکلیف بھول کر تیزی سے بستر سے اتر کر پاپا کی طرف بڑھی۔

"کیسے ہیں ماموں جان۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ پاپا جاگ چکے تھے۔

ہانیہ کے حلق سے بے اختیار گہری سانس خارج ہوئی۔ پاپا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"کیسے آئے ہو؟"

"میں لاہور ہی آیا ہوا تھا۔ چاولوں کی سپلائی کے سلسلے میں۔ امی کو تو میں نے بتایا ہی نہیں۔ صبح انفارم کروں گا۔" وہ ہلکے سے مسکرا کر بولا۔

"اچھا کیا۔" پاپا نے کہا پھر ہانیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

"عباد سے ملیں تم؟" ہانیہ خاموش کھڑی رہی تو وہ عباد سے کہنے لگے۔

"یہ ہانیہ ہے۔ ہانیہ وقار۔" پاپا کے لب و لہجے میں موجود پیار نے ہانیہ کو ساری تلخی بھلا دی۔ سانس کی طرح عباد بھی خاموش رہا۔

"ڈرائیور کو فون کر کے بلوا لیا ہے! اب عباد ہے میرے پاس۔ فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے

بھی کل شام تک شاید میں ڈسچارج ہو جاؤں۔" پاپا نے بھی اسے رخصت کرنا چاہا تو خفگی سے بولی۔
"میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی پاپا! مگر اب آپ نے کہا ہے تو رکوں گی بھی نہیں۔"
وہ حد درجہ بے زار تھی۔ عباد نے اس پر سرسری نگاہ ڈال کر ہٹالی۔
ڈرائیور کا انتظار کرنے تک وہ پاپا سے بھی ناراض ہو چکی تھی، جو عباد سے باتوں میں مگن ہو کر اسے بھی بھلائے ہوئے تھے۔ جیسے وہی ان کا سگا اور اکلوتا بیٹا ہو۔

ماما گھر میں بھوکی شیرنی کی مانند بھری بیٹھی تھیں۔
"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص کو عقل کس عمر میں آئے گی۔ نہ دوست کی پہچان اور نہ دشمن کی۔" ہانیہ کو دیکھتے ہی وہ پھٹ پڑی تھیں۔
پاپا کے متعلق ان کے الفاظ ہانیہ کو اچھے تو نہیں لگے مگر اس وقت ماما کے سامنے اعتراض کرنا اپنی شامت بلوانے کے مترادف تھا۔ سو وہ تھکے انداز میں زونیہ کے ساتھ ہی صوفے میں دھنس گئی۔
وہ دونوں دس بجے تک ہانیہ ہی کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔
"شرم نہیں آئی اسے ہسپتال میں بیٹی کا پرد کھوا کرتے ہوئے۔" وہ ان کے الفاظ پر سیدھی ہو بیٹھی۔
"ماما پلیز! وہ پاپا کی عیادت کے لیے آیا ہے، مجھے دیکھنے نہیں۔" اس نے برا مانتے ہوئے کہا تو انہوں نے جاہل عورتوں کی طرح ہاتھ جھٹکا۔
"ارے چھوڑو۔ میں کیا جانتی نہیں ہوں وقار احمد کو۔ اپنی ضد پوری کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔" وہ شدید غصے میں تھیں۔
"غضب خدا کا۔ بیٹی سے منہ دیکھے کی محبت جتا رہا ہے۔ سگی بہن بھی ہوتی تب بھی کوئی بات تھی۔ سوتیلی بہن اور وہ بھی سالوں بعد کا ملاپ ایسے فدا ہو گئے ہیں تو بہن اور بھانجوں پر کہ حد نہیں۔"
"تم نے پاپا سے بات نہیں کی؟" زونیہ نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔
"انکل انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ ابھی وہ ہسپتال کے بیڈ پہ ہیں اور میں ان سے ایسی فضول باتیں کرنا شروع کر دیتی۔" ہانیہ نے تاسف سے جواب دیا۔
"تم اپنی زندگی برباد کر لو گی باپ کا سوچ سوچ کر۔" ماما نے غصے سے کہا۔
"ارے! میں تو کل رات کسی ٹھکانے لگا ہی رہی تھی بات کو۔ اگر اس کی طبیعت بگڑ جاتی تو۔" وہ غصے کے عالم میں اپنا ہی پول کھول گئیں۔ ہانیہ نے دکھ اور بے یقینی سے انہیں دیکھا۔
"اختلاف کرنے کا بھی کوئی طریقہ ہوتا ہے ماما! یہ کیا کہ ایک بندے کو موت کے منہ تک پہنچا دیا جائے۔"
"تو اگلا بندہ بھی اتنی ہی ضد لگائے بیٹھا ہے جتنی کہ برداشت کر سکتا ہو۔ اپنی دے۔ بات یہیں ختم ہوتی ہے کہ اقرار یا انکار کا حق تمہارے پاس ہے۔" وہ سیدھی سی سے جتا رہی تھیں۔
"اور میں انکار ہی کروں گی۔" ہانیہ نے بے اختیار کہا تو اس کا لہجہ کمزور نہ تھا۔ ماما کو کچھ اطمینان ہوا۔
"سعدیہ تو ضد لگا کے بیٹھی ہے کہ تمہاری شادی عباد ہی سے ہو۔ بہن ہے تمہاری بہتری ہی سوچے گی تمہارے لیے۔" اب کی بار ماما نے نرمی سے کہا تو وہ ذرا سا مسکرا دی۔
"ویسے وہ عباد ہے کیسا؟ تم تو ملی ہو اس سے۔" زونیہ نے تجسس سے پوچھا تو ہانیہ نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔
"دیکھنے میں تو بہت اچھا ہے۔"
"علی سے بھی؟" زونیہ کو علی کی وجاہت کا بہت زعم تھا۔
"او کے ایم سوری اب بس۔" ہانیہ شانے اچکا کے کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا یہ صاف گویانہ انداز زونیہ سے ہضم نہیں ہوا تو چیخ کر بولی۔

"تو پھر کیوں انکار کر رہی ہو۔ علی سے اچھا ہے تو پھر ایبڑ سے بھی اچھا ہی ہو گا۔"
"ویری ویل ایبو یو سلیکٹ۔" ماما نے اسے ٹوکا پھر ہانیہ سے بولیں۔
"تم جاؤ۔ فریش ہو جاؤ۔ میں ماجدہ سے کہہ کے چائے بنواتی ہوں۔"
ہانیہ فوراً اپنے کمرے میں آگئی۔ وہ واقعی بے حد تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی۔ وہ تھکاوٹ دور کرنے کے لیے شاور لینے گھس گئی۔ باہر نکلی تو اس کا موبائل بج رہا تھا۔
ایبڑ کا نام اسکرین پہ جگمگاتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر دلفریب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے جلدی سے موبائل آن کر کے کان سے لگایا۔
"کہاں تھیں یار! اتنی دیر سے کال کر رہا ہوں۔ گھر آگئی ہو؟" وہ جھنجلایا ہوا تھا۔ ہانیہ آہستہ سے ہنس دی۔
"فون پر بڑی بے قراری دکھا رہے ہیں۔ ہسپتال میں گئے تو دور کی بات ایک فون کال تک نہیں کی۔"
"میں بزی تھا یار!" وہ لاپروائی سے بولا۔
"پاپا خوش ہو جاتے ایبڑ!" ہانیہ نے آہستہ سے اسے احساس دلایا۔
"اب تمہارے پاپا کو خوش کرنے کے لیے میں کتنے لاکھ کا نقصان کر لیتا۔ ملائیشیا سے ایک ڈیلی گیشن آیا ہوا تھا۔ امپورٹنٹ میٹنگ تھی ان کے ساتھ۔" وہ الٹا اس پر خفا ہونے لگا تو ہانیہ کی جان پہ بن آئی۔
"او کے۔ او کے مان لیا جناب!" وہ تو مان گئی مگر ایبڑ ابھی بھی وہیں اٹکا ہوا تھا۔
"اور تمہارے پاپا تو سنا ہے ویسے ہی میرے کافی خلاف ہو رہے ہیں۔"
"کیونکہ سوتیلی میری پھپھو نے اپنے بیٹے کا پرپوزل دیا ہے میرے لیے۔ اس لیے پاپا ذرا جذباتی ہو رہے ہیں۔ ورنہ تو وہ بہت سوفٹ نیچر کے انسان ہیں۔" وہ پاپا کی صفائی پیش کرنے لگی۔
"خیر! دفع کرو۔ تم بتاؤ کل فارغ ہو۔ ایک پارٹی ہے بہت زبردست سی فرینڈز کی طرف سے۔" وہ فوراً بات بدلتے ہوئے لہجہ بھی بدل گیا۔ جو اسے "دفع کرو" کہنے پر ٹوکنے والی تھی۔ فوراً انکار کر گئی۔
"کل تو نہیں ایبڑ! پاپا ہسپتال میں ہیں۔ کل شام تک شاید گھر آجائیں۔"
"پارٹی تو رات کو ہے یار! تم نے کون سا پاپا کے گلے سے لگ کے بیٹھے رہنا ہے۔" ایبڑ خفا ہونے لگا۔
"کیسی باتیں کر رہے ہیں ایبڑ! ابھی ابھی تو وہ ہارٹ اٹیک سے گزرے ہیں اور میں پارٹیز اٹینڈ کرتی پھروں۔ واٹ اے جوک؟" ہانیہ نے اسے احساس دلایا۔
"او کے! ایک تو تم لڑکیاں فوراً جذباتی ڈراموں پہ اتر آتی ہو۔ دنیا کے کام رک تو نہیں سکتے نا۔ بیماری ہو یا موت۔" وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں کہتا ہانیہ کا دل دہلا گیا۔
"ابھی کیا آپ نے یہی فضول باتیں کرنے کے لیے فون کیا تھا؟"
"جس بات کے لیے کیا تھا اس سے تو تم انکار کر چکیں۔"
"تو کون سا آپ کے فرینڈز کی لاسٹ پارٹی تھی یہ۔" ہانیہ نے اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔
"تمہارے ساتھ تو پہلی ہوتی۔ سب اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ آئیں گے۔" وہ بدمزا تھا۔
"میں آپ کی گرل فرینڈ نہیں ہوں۔" ہانیہ کو یہ لفظ کبھی بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ ابھی بھی بے اختیار ہی اسے ٹوک گئی تو اس نے گہری سانس بھری۔
"میں نے اپنی نہیں دوستوں کی گرل فرینڈ کہا ہے۔"
"او کے!"
"او کے۔ پھر بات کریں گے۔ بلکہ اب جب ملیں گے تو بات کریں گے۔"
ایبڑ نے فوراً ہی بات سمیٹتے ہوئے فون بند کر دیا تو

ہانیہ نے بددل ہو کر موبائل بستر پہ ڈالا اور سر پہ لپیٹا تولیہ کھول کر بال خشک کرنے لگی۔
کبھی کبھار ایزد کا رویہ بہت بے اعتنا سا ہو جاتا تھا۔ جیسے فقط خود کو اہمیت دینے والا یا صرف ہانیہ کو۔ اس سے منسلک رشتوں کو شاید وہ کچھ سمجھتا ہی نہ تھا۔
"خدا کرے یہ میرا وہم ہی ہو۔" ہانیہ نے دعا کی تھی۔

☼ ☼ ☼

اگلے روز ماما اور زونیہ اسپتال گئیں۔ ہانیہ نے بہت زور لگایا مگر ماما اسے لے جانے کو راضی نہ تھیں۔
"اب تک وقار نے اپنی بہن کی پوری فیملی بلوالی ہوگی وہاں سے۔ تمہارا نہ جانا ہی بہتر ہے۔ ویسے بھی کل تک ڈسچارج ہو کر تمہارے پاپا آ ہی جائیں شاید۔"
وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ دل ہی دل میں اپنی سوتیلی پھپھو کو بھی کوسا جن کی محبت پاپا کے دل میں اچانک ہی امڈ آئی تھی۔
پھر اسے عباد یاد آیا۔
اگر ایسا والا معاملہ نہ ہوتا تو یقیناً وہ عباد کو اس لحاظ سے بہت پسند کرتی مگر اب تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔
دوپہر کو ماما اور زونیہ واپس آگئیں۔
"پاپا کی طبیعت کیسی ہے؟" اس نے ان کے اندر آتے ہی پوچھا۔
"ٹھیک کیوں نہ ہوگی۔ وہاں اسپتال میں مجمع لگائے بیٹھے ہیں اپنے سوتیلوں کا۔" ماما جلی بھنی آئی تھیں۔ "لوگوں سے سگی نندیں برداشت نہیں ہوتیں یہ تو پھر سوتیلی نندیں ہیں۔"
"اور آپ انہیں ان کے ساتھ اکیلا چھوڑ کے آگئیں؟" وہ پریشان ہوئی۔
"تو اور کیا وہاں بیٹھ کے ان پینڈوؤں کے افکار سنتی رہتی۔ میرے تو سر میں درد ہو گیا باتیں باتیں باتیں۔ تمہارا باپ تو کہیں سے دل کا مریض لگ ہی نہیں رہا تھا۔" ماما میں سفاکی انتہا درجہ کی تھی۔ خاص طور پر تب جب ان کی انا اور عزت نفس پر بات آن پڑی۔
"خیر! بات چیت اور انداز سے تو کوئی بھی پینڈو نہیں لگ رہا تھا سوائے پاپا کی بہن محترمہ کے۔" زونیہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔
"پاپا بتا رہے تھے بچے سب ہی اچھے اسکولز کالجز میں پڑھے ہیں۔" ہانیہ نے بتایا۔
"خیر ہمیں کیا کرنے ہیں اتنے مطلبی رشتہ دار۔ شوہر تو کب کا مر گیا نرگس کا، پتا نہیں کیسے خیرات زکوٰۃ سے بچے پڑھا لکھا لیے اور اب تمہارے پاپا کے کاروبار پہ نظر جما کے بیٹھ گئی ہے۔ تب ہی تو عباد کے لیے تمہارا رشتہ قبول کر رہی ہے۔"
ماما کے دل میں ان سب کے لیے ڈھیروں نفرت تھی۔ حالانکہ ماما اور نرگس پھپھو کی شادی ایک ہی تاریخ کو ہوئی تھی مگر ماما اپنے شوہر کو لے کر ایسی الگ ہوئیں کہ پھر پاپا کی نرگس پھپھو سے ماں باپ کی فوتگیوں پر ہی ملاقات ہو سکی۔ اس کے بعد کس کے کیا حالات رہے کوئی نہیں جانتا۔ اور ماما تو ویسے بھی پھپھو سے دو چار بار ہی ملی ہوں گی اور وہ بھی مختصر دورانیے کے لیے۔
وہ تو سالوں بعد جانے کیسے پاپا کی پھپھو اور عباد سے ملاقات ہو گئی تو پاپا سوتیلی ہی سہی مگر بہن کو سامنے پا کر پگھل گئے۔ ماما کی اکڑ اور تنک پسند طبیعت پاپا کو بےزار کر چکی تھی سو وہ بہت شرمسار اور کھلے دل سے اپنے پرانے رشتوں میں لوٹے اور ان کا بھی کھلی بانہوں سے استقبال کیا گیا۔ اور نتیجہ اب عباد رضا کے پرپوزل کی صورت سامنے تھا۔
"راضی ابھی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے انہیں۔ دیکھا نہ بھالا۔" ہانیہ کو بھی ماما کی دولت ہڑپنے والی بات میں دم نظر آیا۔
شام کو پاپا ڈسچارج ہو کر آئے تو پھپھو کی پوری فیملی ان کے ساتھ تھی۔ معہ عباد رضا۔ ہانیہ کو خفقان ہونے لگا۔
"دیکھ لیا دیر کرنے کا نتیجہ۔ پہلی بار میں ہی صاف

لفظوں میں انکار کر دیتیں تو یہ سب نہ ہوتا۔" بظاہر ماما سب سے بہت محبت سے مل رہی تھیں۔
نرگس پھپھو ہانیہ اور زونیہ سے بڑے تپاک سے ملیں مگر ہانیہ کو بطور خاص پیشانی چوم کر دعا بھی دی۔
کرن اس کی ہم عمر تھی۔ سادہ دل اور بات بات پہ ہنسنے والی اور اس سے ڈیڑھ سال ہی چھوٹا سعد تھا۔ باتوں کی پھلجھڑیاں چھوڑنے والا۔
ذرا سی دیر میں چائے کی میز پر بڑا اچھا سا ماحول بن گیا تھا۔
"اچھا ہے۔ میں خود نرگس کو انکار کروں گی۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔" ماما نے پکا ارادہ کر لیا تھا۔
نرگس پھپھو کم گو اور سنجیدہ سی خاتون تھیں۔ کھانے کے بعد ماما اور نرگس پھپھو کے ساتھ صرف عباد پاپا کے کمرے میں تھا۔ تب ہی نرگس پھپھو نے باضابطہ طور پر عباد اور ہانیہ کے رشتے کی بات کی۔ اب تفصیل تو کسی کو پتا نہ تھی کہ آگے کیا ہوا؟ مگر ماما اس کمرے سے روتی ہوئی نکلی تھیں۔
"ماما! کیا ہوا؟"
ہانیہ اور زونیہ کرن اور سعد کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ ماما کو دیکھ کے الٹے قدموں پیچھے لپکیں۔
"جا کے اپنے باپ سے پوچھو۔ بستر پہ پڑ کے بھی جسے چین نہیں اور نہ ہی وہ مجھے چین سے رہنے دینا چاہتا ہے۔" اچھی خاصی پڑھی لکھی ماما اس وقت جاہل لگ رہی تھیں۔ ہانیہ کو خفت نے گھیرا۔ ان کی آواز ٹی وی لاؤنج تک آسانی سے جا رہی تھی۔
"ہوا کیا ہے ماما! کم از کم پاپا کے متعلق بات کرتے ہوئے تو دھیان رکھا کریں۔" ہانیہ نے دبے لفظوں میں انہیں احساس دلایا تو وہ اسی پر چڑھ دوڑیں۔
"تم ہی کو شہ دے کر چڑھا رہا ہے وہ شخص۔ ایک لفظ جو میرے اعتراض کا سنا ہو۔ ایسا عشق چڑھا ہے اس کے سر پہ بہن اور بھانجے کا۔ میں صاف کہہ رہی ہوں ہاں! تم نے اگر اپنے باپ کے سامنے اس رشتے سے انکار نہیں کیا تو کل کو رونے کے لیے میرا کندھا مت ڈھونڈنا۔"
ماما سخت بدلحاظ ہو رہی تھیں مگر وہ تو اس اطلاع پر ہی برافروختہ ہو گئی۔ ماما کا لب و لہجہ کہاں یاد رہتا۔
فوراً پاپا کے حضور اس کی پیشی ہو گئی۔
وہ کمرے میں داخل ہوئی تو پاپا کے بستر پہ دائیں طرف نرگس پھپھو بیٹھی تھیں۔ جبکہ عباد پاپا کے بستر پر ان کی بائیں طرف بیٹھا تھا۔ پاپا کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔
ہانیہ کو وہ دونوں ماں بیٹا بہت برے لگے۔ جنہوں نے پاپا کے ذہن کو اپنی ہی لائن پہ لگا دیا تھا۔ اسے دیکھ کر پاپا نرمی سے مسکرا دیے۔
ہانیہ کی آنکھوں میں نمی سی دوڑ گئی۔ وہ اپنے پاپا کو کبھی دکھی نہیں کر سکتی۔ کبھی رلا نہیں سکتی۔ یہ اس کے پاپا کی وہ نرم و شفیق سی مسکراہٹ دیکھ کے اسے شدت سے احساس ہوا تھا۔
پاپا نے اسے اپنے پاس پڑی کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔
"تمہاری ماما نے تم سے کچھ بات کی؟" پاپا بہت پرسکون تھے۔ جیسے کہ وہ جانتے ہوں ہانیہ وقار انہیں مایوس نہیں کرے گی۔
ہانیہ کا دل تھم سا گیا۔
"جی پاپا۔" مدھم لہجے میں کہہ کر سر جھکائے وہ اپنی ہمت مجتمع کرنے لگی۔ ایزد سکندر کا خیال اسے توانائی بخشنے لگا۔
"نرگس اپیا میری بہت پیاری اور سب سے اچھی بہن ہے۔ میرے دل کے سب سے زیادہ قریب۔" وہ پھپھو کو پیار سے تک رہے تھے۔ ہانیہ کا دل پاپا کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ وہ اکثر اس کا ایسے ہی تعارف کراتے تھے جس پر زونیہ خاص طور پر ناک بھوں چڑھاتی۔
"تم بیٹا ہانی! میری خواہش ہے کہ تم اپنی زندگی کا باقی ماندہ سفر عباد کے ساتھ طے کرو۔ تم کیا کہتی ہو؟" پاپا

کہہ رہے تھے۔ ہانیہ کی سانس تھمنے لگی۔
کیا وہ انکار کر پائے گی؟
"جب سے میں نے تمہارے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے' میں خود کو بہت خوش اور مطمئن محسوس کر رہا ہوں ہانی!" پاپا کے لب و لہجے سے ہی ان کی خوشی چھلک رہی تھی اور وہ ان سے یہ خوشی نہیں چھین سکتی تھی۔
"میں جانتا ہوں' تم سعدیہ اور زونیہ سے بالکل ڈفرنٹ ہو۔ تم نے ہمیشہ میرا سر بلند کیا ہے۔" وہ فخر سے کہہ رہے تھے۔
جھکے سر کے ساتھ ہانیہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ وہ ان کا سر کبھی نیچا نہیں کر سکتی تھی۔
"عباد کہہ رہا تھا کہ ایک بار تم سے تمہاری رائے لی جائے' جس کے بعد ہی یہ رشتہ طے ہوگا۔"
ہوا کا ایک تازہ جھونکا ہانیہ کے چہرے سے ٹکرایا۔ آزادی کا ایک روزن کھلا تھا شاید۔
"میں تمہارا جواب اچھی طرح جانتا ہوں مگر عباد کی تسلی کے لیے میں چاہتا ہوں کہ اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو کہہ دو۔"
گھٹ گھٹ گھٹ ۔۔۔ تمام روزن بند ہو چکے تھے
پاپا تمام بار اس کے نازک شانوں پہ ڈال کر اب منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ہانیہ نے اپنی ہمت اکٹھی کرنا چاہی۔
ایک نام ہی تو ہے۔ دو لفظی ایبو سکندر۔
ایک بار منہ سے نکالنے کی دیر ہے۔ کیا معاذ پھر ساری عمر اس کا نام بھی سننا پسند کرے گا؟
"بولو ہانی! کیا تمہیں میرا فیصلہ غلط لگتا ہے۔ اپنی ماما کی طرح؟" پاپا جیسی آس لیے اس سے پوچھ رہے تھے۔
"مگر نہیں۔"
ہانیہ کو شدت سے احساس ہوا۔
یہ آس نہیں۔ وہ مان تھا جو ہمیشہ سے پاپا کو ہانیہ پر رہا تھا۔ اس کے لب کسی انجانی بات کے بوجھ سے کئی بار لرزے مگر وہ ایک بار بھی پاپا کا مان توڑنے کی ہمت نہیں کر پائی۔
اسے پاپا کے بائیں طرف بیٹھے شخص سے نفرت محسوس ہوئی' جس نے جان بوجھ کر اسے اس مقام لا کھڑا کیا تھا' جو شاید اس کے کندھوں پہ رکھ کے بندوق چلانا چاہتا تھا۔
"جی پاپا! جیسے آپ کی خوشی۔" وہ رو رہی تھی' اپنی بزدلی پہ۔ اپنی کم ہمتی پہ۔ سو زندگی سے اپنا حق' اپنی خوشی چھین نہ پائی تھی۔
پاپا نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا کر اس کے ماتھے کو چوم لیا تو وہ بے اختیار روتے چلی گئی۔ پاپا خوش تھے بے حد و بے حساب۔

☼ ☼ ☼

ماما سے جتنا ہو سکا' انہوں نے ہانیہ کو برا بھلا کہہ دیا۔ اس پر چیخ چلا لیا۔ صرف گالیاں دینے کی کسر رہ گئی تو انہوں نے عباد اور اس کے گھر والوں کو دے کر پوری کر لی۔
"جس کو دیکھو' ملا' جاہل گنوار لگ رہی ہیں ایسے۔" زونیہ اکتا گئی تھی ماما جذباتی ہو رہی ہیں۔
"پلیز اس بند کرو تم۔" ماما اس پر اٹھیں۔
"جو ہونا تھا' وہ تو ہو چکا۔ آپ کیوں اپنا بی پی ہائی کر رہی ہیں۔ آگے جس کی زندگی برباد ہو رہی ہے' جانے اور اس کا کام۔"
"ارے ٹٹ پونجیوں میں کھپا دیا میری بیٹی کو۔ خود دانے دانے کو ترسے ہوئے ہیں' وہ میری آسائشوں میں پلی بیٹی کو کیا کھلائیں گے' کیا پہنائیں گے۔" ماما نے ہاتھ ملے۔
ہانیہ دم سادھے رہی۔ ماما کا صدمہ حد سے زیادہ تھا۔ انہوں نے یہ سب کرتے ہوئے خیال نہ کیا تھا کہ عباد اور اس کی فیملی ابھی پاپا کے کمرے میں موجود ہے اور وہ کمرا ساؤنڈ پروف تو کبھی بھی نہ رہا تھا۔
"پتا نہیں کس لالچ میں چلے گئے یہاں سارے۔ سوتیلوں کا بھلا کیا حق بنتا ہے' زمین و جائیداد پر۔"

زونیہ بور ہو کر وہاں سے اٹھ گئی اور اپنے کمرے میں چلی گئی مگر ہانیہ کو ابھی ماما کی مزید لعن طعن سننے کے لیے یہیں بیٹھنا تھا۔ حالانکہ اس کا شدت سے جی چاہ رہا تھا کہ اپنے بیڈ روم میں بند ہو کے خوب روئے' چیخے چلائے۔ ایبو سکندر کی یاد کا ماتم کرے کہ آج اس کی اجازت نہیں ملنے والی تھی۔

☼ ☼ ☼

ہانیہ اور زونیہ کی شادی ایک ہی روز طے ہوئی تھی۔
سعدیہ آپی کو پتا چلا تو انہوں نے بھی کم و بیش ماما جیسا ہنگامہ کیا۔ ہانیہ کے تو انہوں نے ماما اور زونیہ کے سامنے ہی وہ لتے لیے کہ وہ گنگ ہی بس سنتی رہ گئی۔
"کیا جواب دوں گی میں ایبو کو۔ اور معاذ کیا کچھ نہیں سنائے گا مجھے۔ اتنی ہمت نہیں تھی تو یاری لگانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بیچ راہ میں لا کے ایسے بجلی ہو کہ اس کا احساس بھی نہیں۔ کہہ میں کیا منہ دکھاؤں گی اسے۔ معاذ تو میری جان کو آ جائے گا۔" سعدیہ آپی! جانے کیوں رونے والی ہو رہی تھیں۔
"تم نے تو انکار کر لیا تھا ہانیہ اور ایبو کی شادی کا۔ ایبو بھی کتنا پسند کرتا ہے اسے۔ معاذ کا بزنس ملے۔" ہانیہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس کس بات کو رو رہی ہیں۔ مگر ماما خود ان تین چار دنوں میں اس معاملے پر اتنا ماتم کر چکی تھیں کہ اب بور سی ہو گئی تھیں۔ سو بے زاری سے بولیں۔
"اب کیا ہو سکتا ہے۔ زبردستی تو ایبو سے نکاح پڑھوانے سے رہے۔ جیسا چل رہا ہے چلنے دو۔ یہ جانے اور اس کا باپ۔"
مگر سعدیہ آپی تو ہانیہ سے تمام رشتے ختم کرنے تک تھیں۔ ہانیہ ضبط کرتی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔
"اب بس کرو۔ جسے خود اپنی بربادی کا احساس نہ ہو' اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ ہانیہ کا اپنا فیصلہ ہے۔" ماما سعدیہ آپی سے کہہ رہی تھیں۔
اور وہ بند کمرے میں ایبو سکندر کی یادوں کا سوگ منا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

زونیہ اور علی نے اپنی شادی کی تمام شاپنگ اکٹھے کی۔ شاپنگ سے آ کر زونیہ نے بطور خاص تمام چیزیں ماما کو دکھائیں۔ سو بادل نخواستہ بیٹھی ہانیہ کو۔
"ہر چیز میں نے علی کی پسند سے لی ہے۔ جبھی تو جب کے لیے پہنتا ہے' ہر شے اسی کی پسند سے ہونی چاہیے۔" وہ اترا اترا کر کہہ رہی تھی۔ ہانیہ بے تاثر جیسی تکتی رہی۔
"تمہاری سسرال سے کوئی فون نہیں آیا۔ ان ہی کتنے دن باقی ہیں شادی میں۔ ایک جوڑے تک کی توفیق نہیں ہوئی ان لوگوں کو۔" زونیہ سے اس کی خاموشی برداشت نہ ہو پائی تھی۔ طنز سے کہا۔ ہانیہ گویا وہاں موجود ہی نہ تھی۔ نظر گھما کے ٹی وی دیکھنے لگی۔
"آیا تھا اس کی ساس کا فون۔ اس کی پسند کے کلرز پوچھ لیے اور بس۔ فارمیلٹی پوری ہو گئی۔" ماما نے حقارت سے جواب دیا۔
"ہونہہ! پینڈو لوگ ہیں ماما! دیکھنا بری لے کے آئیں گے اور ان کی رنگ برنگی عورتیں میرج ہال میں اسٹیج پہ چڑھ کے کپڑے جوتے دکھائیں گی۔" زونیہ بھی ماما کا دوسرا روپ تھی۔
"حق ہے! اپنی مرضی سے کنویں میں گری ہے۔ بیوقوف کوئی ایک بھی ہاتھ تھام لیتی تو ہم بچا لیتے اسے۔ مگر اسے تو کنویں کی تہہ میں باپ کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے چھلانگ لگا دی ہے۔"
ماما کے پچھتاوے ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے تھے مگر ہانیہ کی برداشت شاید آج جواب دے گئی۔
"اپنی مرضی سے کنواں چنا ہے میں نے تو مرا ہوا سمجھ کر اب بخش دیں مجھے۔ مت دوہرائیں بار بار میرے زخموں کو کریدنے کا عمل۔" وہ پھٹ پڑی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ زونیہ نے بوکھلاتے ہوئے

اپنے شاپنگ بیگز اٹھانے شروع کردیے۔
"خدا خیر ہی کرے۔ ہر وقت کا رونا اور نحوست۔ مجھے اپنی شادی کی تاریخ آگے پیچھے کروالینی چاہیے تھی۔" وہ سارا سامان اپنے کمرے میں اٹھالے گئی۔
"کیوں روتے روتے مرجاؤ گی تم۔ ابھی بھی وقت ہے کون سا نکاح پڑھوالیا ہے تم نے۔ باپ کو صاف انکار کردو۔ ایزد منتیں کررہا ہے سعدیہ کی۔ ہر حال میں تمہیں اپنانے کو تیار ہے۔ سعدیہ اور معیز تمہارا پورا ساتھ دیں گے۔ معیز تو کہہ رہا تھا کورٹ میں جاکر تم دونوں کی شادی کروادے گا۔"
شیطان کا کوئی ایک روپ نہیں ہوتا۔ وہ تو ہر رنگ بدل بدل کے سامنے آتا اور بہکاتا ہے۔ ماما کی زبانی یہ سب سن کر ہانیہ کو حل بالکل سامنے اور بہت آسان دکھائی دینے لگی۔
کیسا خوش رنگ خواب تھا۔ ہانیہ وقار اور ایزد سکندر۔ زندگی کی شاہراہ پہ ہم قدم تو راستے پھول اور خوشیاں منتظر۔
اسی وقت پاپا کے کمرے کے اور کھلے دروازے سے ہانیہ کے نام کی اونچی پکار سنائی دی تو وہ ہڑبڑا کر کسی خواب سے جاگی اور جوتوں میں پاؤں پھنساتی تیزی سے ان کے کمرے کی طرف بھاگی۔
"یا اللہ یہ شخص لے ڈوبے گا اسے۔" وہ اپنا پلان بیکار جاتا دیکھ کر غصے سے بولیں۔

☼ ☼ ☼

یہ بھی صد شکر کہ ایزد نے اس سے کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ ورنہ وہ خود کو سنبھال نہ سکتی اور شاید اس کے لیے اپنے فیصلے پر قائم رہنا بھی دشوار ہوجاتا۔ ہاں مگر سعدیہ آپی نے اس سے تمام تر ناراضی کے باوجود اس تک پیغام ضرور پہنچایا تھا۔
"ایزد تمہارا انتظار کررہا ہے۔ تمہارا اٹھایا ہمت کا ایک قدم تمہیں ایزد کی طرف لے آئے گا ہانیہ! ایزد کو کھو کر تم سوچ نہیں سکتیں کیا کچھ کھو رہی ہو۔ بربادی چن لی ہے تم نے۔" وہ خاموشی سے سنتی رہی اور دل خون کے آنسو بہا گیا۔
"میری اتنی ہمت نہیں پڑتی آپی! میری انگلی تھام کر جس شخص نے مجھے قدم اٹھانا سکھایا" آج اس کی مخالفت میں غلط قدم اٹھالوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔" بہت کچھ سننے کے بعد بالآخر اس نے کہا تو سعدیہ آپی نے غصے سے فون بند کردیا۔
ایزد سکندر کو خود سے دور جاتا پاکر ہانیہ نے اپنے دل میں عباد کے لیے سخت نفرت محسوس کی تھی۔

☼ ☼ ☼

پاپا اس سے بے حد خوش تھے۔ اس کی شادی کی وجہ سے وہ یوں بھلے چنگے ہوگئے جیسے کبھی بیمار ہو ہی نہ ہوں۔
"ڈراما تھا سب۔ تمہیں بلیک میل کرنے کے لیے۔" ماما تنفر سے کہتیں۔
"ماما! اٹس اوکے۔ کچھ تو آسان کریں اس آپا کو میرے لیے۔ بار بار ان چاہی زندگی گزارنے کے طعنے مت دیں۔ آپ تو میرے لیے یونہی خوش ہوں جیسے زونیہ کے لیے خوش ہورہی ہیں۔" ماما منہ سے الٹ دیکھ کر رہ گئیں۔
"اس شخص کو اپنے قریب بھی مت آنے دینا۔ اس کے کندھے پہ رکھ کے بندوق چلاؤ۔ دیکھنا وہ خود ہی تم سے متنفر ہوجائے گا۔ جب فیصلہ اس کی طرف سے ہوگا تو پاپا کی نظروں میں تم مجرم نہیں بنو گی۔ تھوڑی سی ہمت کرلو ہانی! ایزد تمہارا انتظار کرے گا۔"
سعدیہ آپی نے برائیڈل روم میں آکر ایک شیطانی سوچ اسے تھمائی تھی۔ جس پر عمل کرنا اسے بہت آسان لگا۔
واقعی پاپا کا حق تو اس نے ادا کردیا۔ اس شخص کا بھلا اس پر کیا احسان تھا کہ جاکر اس کی زندگی کو اور خوشی سے بھرتی۔ وہ اسی لائن پہ سوچنے لگی۔

☼ ☼ ☼

دونوں باراتیں اپنے مقررہ وقت پر آئیں۔ زونیہ کی بارات تو ظاہر ہے اس جیسے الٹراماڈرن کھاتے پیتے قیمتی لباسوں والے لوگوں پر مشتمل تھی۔ خود عباد

شیفون کی خوبصورت، قیمتی ساڑھی پہنے ہوئے مختصر سے بلاؤز کی کسی اور جانب تھیں۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ہانیہ کی بارات بھی آگئی۔
سعدیہ آپی بطور خاص برائیڈل روم میں ہانیہ اور زونیہ کے پاس آئیں۔ زونیہ کے سسرال والوں کی تعریفوں کے پل باندھے۔
"ہانی کے سسرال والے بھی تو آگئے ہیں۔" زونیہ نے ایک ترچھی نگاہ ساکت مجسمے کی مانند بیٹھی ہانیہ پر ڈالی جو اس روپ میں خوبصورت مورت لگ رہی تھی۔
"ہاں! آگئے ہیں۔ ایک سے بڑھ کے ایک پینڈو اٹھا کے لائے ہیں۔ ہمارے صوفوں نے گھر میں کبھی شلوار قمیص نہیں پہنی اور وہ لوگ بارات کے ساتھ یہ ڈریس پہن کے آئے ہیں۔" سعدیہ آپی نے حقارت سے کہا۔ اوپر سے زونیہ کی مذاق اڑاتی ہنسی۔ ہانیہ کا دل مسلا سا گیا۔
نکاح کے وقت قاضی صاحب اور گواہان کے ساتھ پاپا اندر آئے تھے۔ زونیہ کا نکاح پہلے پڑھایا گیا تو حق مہر سوا لاکھ روپے لکھا گیا۔ ہانیہ کے نکاح کی سنت ادا کی گئی تو حق مہر بیس ہزار سکہ رائج الوقت تھا جو موقع پر ہی ہانیہ کو ادا کردیا گیا۔ ہانیہ کے دل نے ہمک ہمک کر زونیہ کی خوش قسمتی پر رشک کیا مگر سب کے باہر جاتے ہی پاپا نے پہلے زونیہ کو پیار کیا اور اس کے بعد ہانیہ کی پیشانی چوم کر سینے سے لگایا تو اس کی منجمد حسیات پگھلنے لگیں۔
"آئم پراؤڈ آف یو بیٹا! تم میری بہترین بیٹی ہو۔" پاپا بہت خوش مگر کمزور اور تھکے ہوئے سے لگے۔ ہانیہ کا دل بھر سا گیا۔
اس کی یہ قربانی اس کے کسی بہت پیارے کے لیے خوشی اور سکون کا باعث تھی۔ یہ اطمینان اسے بھلا گیا۔
دونوں بہنوں کی رخصتی اکٹھی ہوئی تو دونوں کی سجی ہوئی گاڑیاں مختلف سمتوں کی طرف رواں دواں ہوگئیں۔
نرگس پھپھو اور کرن کے درمیان وہ خود کو پھنسا ہوا محسوس کررہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر سعد اور فرنٹ سیٹ پر عباد تھا۔ کرن سارے راستے مسلسل دونوں بھائیوں سے ہنسی مذاق کرتی رہی۔ سعد اس کی باتوں کے جواب ایسی پھلجھڑیوں کی صورت دیتا کہ کوئی اور موقع ہوتا تو ہانیہ کی ہنسی نہ رکتی مگر اس وقت تو یہ ساری صورت حال اسے اپنا مذاق اڑاتی محسوس ہورہی تھی۔
اس کا سر دکھنے کو آگیا۔ اسے لگا جیسے وہ لوگ اپنی کامیابی پر نازاں و مسرور ہوں کہ اس کے قابل نہ ہوتے ہوئے بھی اسے بیاہ لے جارہے تھے۔
ان کی ہنسی مذاق کے درمیان عباد محض ایک آدھ لفظ ہی بول رہا تھا۔ وہ اور نرگس پھپھو چپ ہی رہے مگر سعد اور کرن کو جانے کون سی ایسی خوشی مل گئی تھی کہ چپ ہی نہیں ہورہے تھے۔ قریب تھا کہ وہ غصے کے مارے چیخ اٹھتی۔ اسی وقت مختلف موڑ مڑتی، ہچکولے کھاتی گاڑی آہستہ ہوتے ہوئے رک ہی گئی۔
اس نے سنا تھا گاؤں کی زندگی شہر سے مختلف ہوتی ہے۔
"چچ چچ۔ نو بجے سونے والے لوگ۔" سعدیہ آپی کل تک اس کا تمسخر اڑا رہی تھیں۔
اور یہاں ساڑھے گیارہ بجے رخصتی ہوئی تھی اور ڈیڑھ گھنٹے میں وہ لوگ گھر پہنچے تھے۔
اور یہاں ایک رونق میلے کا سماں تھا۔
گاڑی رکتے ہی بھانت بھانت کی آوازیں اور بولیاں۔
"آپ کی دلہن دیکھے بنا بھلا کسی کو نیند آنی تھی۔" کھنکتے لہجے میں کرن نے یقیناً عباد سے کہا تھا پھر دروازہ کھول کر گاڑی سے اتری اور جھک کر ہانیہ کا ہاتھ تھاما۔
"آجائیں بھابھی! گھر آگیا ہے۔"
وہ بے جان ہوتے وجود اور تمام تر غیر رضامندی کے ساتھ گاڑی سے نیچے اتری۔ مووی لائٹس آن تھیں۔
ایک تو شور ہنگامہ اور عورتوں کا رش۔ اوپر سے

مووی لائٹس کی گرمی۔ ہانیہ جیسی نرم و نازک لڑکی کا حلق خشک ہو گیا۔ غم کے مارے کھانا تو پہلے ہی نہ کھایا تھا۔ اب پیاس کے مارے دم نکلنے لگا۔ مگر وہ کس کو کہتی۔

"پانی" ملا۔ پیا۔ اس کے حلق میں کانٹے اگ گئے۔ آنکھیں بھر بھر آئیں۔ کیسے انمول رشتے چھوڑ آئی تھی پیچھے۔ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

بمشکل گھر میں داخل ہوئے تو اسے لگا اس کی ٹانگیں بے جان ہو رہی ہوں۔ پہلے اس کی پنسل ہیل کی ہیل مڑی۔ پھر اس کے گھٹنے بے جان سے ہو کر مڑے تو آنکھیں موندتی ہوئی ڈھے گئی۔ پتا نہیں کون کون سی فضول رسموں میں الجھے لوگوں کو تب پتا چلا جب انمول سی دلہن کو گٹھڑی کی مانند زمین پر پڑے دیکھا۔ ایک ہلچل سی مچ گئی۔

عباد نے فی الفور مووی کیمرا آف کروایا۔

کرن اور نرگس پھپھو خواتین کو اندر کمرے میں لے گئیں تو عباد پھرتی سے ہانیہ کو اٹھا کر اپنے کمرے تک لایا اور بستر پر لٹاتے ہوئے پیچھے آتی کرن سے کہا۔

"اس کا دوپٹا وغیرہ کھول دو۔ گرمی کی وجہ سے ایسی حالت ہوئی ہو گی۔"

کرن نے تیزی سے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہانیہ کے دوپٹے کی پنیں اکھیڑنا شروع کیں۔ عباد اے سی آن کر کے پلٹا تو ہانیہ کی پلکوں میں خفیف سی لرزش ہوئی۔ کرن نے اس کا گال تھپتھپایا۔

"پانی۔" اس کی مدھم سی آواز۔

کرن تیزی سے لپکی اور لمحہ بھر میں ٹھنڈے پانی کی بوتل اور گلاس لے آئی اور گلاس میں پانی ڈال کر ہانیہ کا سر اونچا کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں سے لگایا۔

عباد سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا۔ ہانیہ کو پانی پیتے اور مندی آنکھیں کھولتے دیکھ کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

"بڑی نازک دلہن لے کے آیا ہے عباد!" باہر عورتیں اسے چھیڑ رہی تھیں۔ وہ مسکراتے ہوئے سعد کی طرف بڑھا۔

"مووی میکرز کو فارغ کر دو اب۔"

"بھابھی کیسی ہیں اب؟" سعد بھی متفکر تھا۔

"ٹھیک ہے۔ گرمی کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی۔" عباد نے سنجیدگی سے کہا تو وہ مطمئن سا پلٹ کر مووی میکرز کی طرف چلا گیا۔

پانی پی کر اس کے اعصاب کو تقویت ملی تو دیر اے سی کی کولنگ نے طبیعت کی گرانی اور کسلمندی دور کر دی۔

"آپ کا دوپٹا سیٹ کر دوں؟" وہ تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی جب کرن نے پوچھا۔ وہ اس کے سوال کا مفہوم جان کر قدرے سختی سے بولی۔

"نہیں! بلکہ میں یہ جیولری بھی اتارنا چاہ رہی ہوں۔"

"ابھی تو بھائی آنے والے ہیں۔" کرن نے بے اختیار کہا تو ہانیہ نے سکون سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تو۔۔۔؟" وہ جھینپی۔

"ان سے کچھ تعریف تو کروا لیں پہلے، پھر چینج کر لیجئے گا۔"

ہانیہ سر جھٹک کر مزید کچھ کہے بغیر جیولری اتارنے لگی تو کرن خاموش سی ہو گئی۔ پھر اسی خاموشی سے اس نے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں سے ایک مخمل کا ڈبا نکال کے دیا۔ ہانیہ نے ساری جیولری اس میں ڈال دی اور ڈبا بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر ہی رکھ دیا۔

"واش روم کہاں ہے؟" اس کے پوچھنے پر کرن نے کمرے میں موجود دروازے کی طرف اشارہ کیا جو ادھ کھلا ہوا تھا۔

"میرا سوٹ کیس؟ اس میں میرے کپڑے تھے۔" ہانیہ کو دھیان آیا۔

"آپ کا نائٹ سوٹ نکلوا دیا ہے۔" کرن نے بتایا۔ وہ لہنگا سمیٹتی بیڈ سے اتری۔ کرن نے مستعدی سے خوب صورت سی نازک چپل اس کے سامنے کی۔ وہ خاموشی سے چپل پہن کر واش روم میں آ گئی۔

جدید طرز کا بنا واش روم ہر قسم کی سہولت سے

آراستہ۔ [illegible] سی لائٹنگ اور نہانے کے لیے ایک طرف باکس بنا ہوا تھا۔

ایک گاؤں میں اس طرح کے واش روم کا تصور کرنا بھی محال تھا۔

سر جھٹکتی اپنا نائٹ ڈریس دیکھنے لگی۔ ہلکی سی گرمائش سے ہلکا گلابی اور فیروزی رنگ کا خوب صورت سا ٹراؤزر اور شرٹ اسے اچھا لگا۔ اس نے فوراً بے پناہ بھاری بھرکم لہنگے سے چھٹکارا حاصل کرتے ہوئے وہ کپڑے پہن لیے۔ آئینے میں جھانکا تو چہرہ بھی سا لگا۔ صابن لگا کر ٹھنڈے پانی سے منہ دھویا تو اپنا آپ بے حد ہلکا پھلکا محسوس ہونے لگا۔

وہ تر و تازہ سی ہو کر واش روم سے نکلی تھی۔ تولیے کے بجائے یونہی ہاتھوں ہی سے پانی کے قطرے چہرے سے جھٹکتی باہر آئی تو عباد کو سامنے کاؤچ پر نیم دراز کیفیت میں لیٹا دیکھ کر ٹھٹک سی گئی۔

پھر اگلے ہی پل خود کو سنبھالتے ہوئے آگے بڑھی۔ اپنے پرس میں سے ٹشو پیپر نکالا اور اس سے تھپتھپا کر چہرہ خشک کرنے لگی۔ عباد سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"کیسی طبیعت ہے تمہاری۔۔۔؟"

ہانیہ کا جی تو چاہا کہ اس کی بات کا جواب ہی نہ دے۔

"اب ٹھیک ہے۔" مگر وہ مختصراً کہہ کر یونہی خوامخواہ اپنا پرس کھول کے اس میں جھانکنے لگی۔

عباد نے چند لمحے اسے دیکھ کر جانے کیا اندازہ لگایا تھا۔ پھر اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔ ہانیہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے پرس بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر پھینکا۔

"واٹ نان سینس ابھی ایسے بزدلوں کی طرح کیوں جان بچا رہی ہوں۔ مجھے اس پر پہلی ہی رات میں اس رشتے سے ناپسندیدگی واضح کر دینی چاہیے تاکہ وہ اپنی حد ہی میں رہے۔" اس نے خود کو ڈانٹتے ہوئے وہ لائحہ عمل یاد کیا جو وہ میکے سے طے کر کے آئی تھی۔

عباد کے باہر آنے تک وہ بیڈ کے ایک کنارے لیٹی آنکھوں پہ بازو رکھے خود کو سوتا ہوا ظاہر کر رہی تھی۔

رہی تھی۔

واش روم سے وہ نہا کے چینج کر کے نکلا تھا۔ تولیے سے رگڑ کے بال خشک کرتا وہ ہانیہ ہی کو دیکھ رہا تھا۔ ہانیہ کا دل بے ترتیب سا ہوا۔

"وہ کیا سوچ رہا ہے؟"

پھر تولیہ کاؤچ کی پشت پر پھیلا کر وہ ڈریسنگ کی طرف گیا اور برش اٹھا کر بال سنوارنے لگا۔ ہانیہ کو اپنا دل ہاتھ پیروں میں دھڑکتا محسوس ہونے لگا۔

برش رکھ کے وہ لائٹ بند کرتا بیڈ کی طرف آیا تو ہانیہ کی سانسیں رک سی گئیں مگر وہ تکیے سے بستر جھاڑ کر ادھر ہی کروٹ لے کر لیٹا جیسے اس بستر پر وہ بالکل اکیلا ہو۔ اطمینان کے ساتھ ساتھ ہانیہ کو کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ وہ تو گھر سے ہی یہ سب سوچ کے چلی تھی۔ مگر عباد کیا گیم کھیل رہا تھا؟ نکاح میں آئی لڑکی جس پر وہ شرعی حق رکھتا تھا۔ اسے پہلی رات ہی یوں نظر انداز کر دیا؟

تسلی تو کیا خاک ہوتی۔ اس کا ذہن الجھنے لگا۔ اسے ماما اور زوبیہ کی باتیں یاد آئیں۔

"تو کیا واقعی عباد نے جائیداد کی خاطر۔۔۔" اس کا دل پریشان ہوا۔

☆ ☆ ☆

صبح اس کی آنکھ کھلی تو چند لمحے اسے ماحول سے مانوس ہونے میں لگے۔ یونہی لیٹے لیٹے اس نے چہرہ گھما کے جائزہ لیا۔ عباد کمرے میں موجود نہیں تھا۔ واش روم کا دروازہ بھی ادھ کھلا تھا۔

بیڈ کے دائیں طرف دیوار میں شیشے کی بڑی سی کھڑکی جس کے پردے سائیڈ پہ کر دیے گئے تھے۔ یہ کمرا یقیناً پچھلی سائیڈ پر بنا تھا اسی لیے دھوپ کے بجائے کمرے میں صرف صبح کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

وہ کھلے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتی اٹھ بیٹھی۔ ایک نظر کمرے پر دوڑائی۔

نفیس سا فرنیچر، خوب صورت پردے، وارڈ روب

تمام اشیا کی ترتیب میں بہت نفاست کی جھلک تھی۔

ہانیہ کمروں میں ایسے طرز زندگی پر غور کرتی بستر سے اترنے لگی۔ اسی وقت دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو بے اختیار ہی اس کے منہ سے یس نکل گیا۔ اپنے حلیے کا دھیان اسے تب آیا جب کرن کے ساتھ ایک پیاری سی لڑکی کو اندر آتے دیکھا۔ کرن خجل سی ہوئی۔

"بھائی کہہ رہے تھے "آپ جاگ رہی ہوں گی۔ میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" کرن کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔ ہانیہ مونا "شاید کچھ کہتی مگر اس سے پہلے ہی کرن کے ساتھ آنے والی لڑکی بول اٹھی۔

"یہ شہر والیوں کا بے باک انداز ہے کرن! دیکھا نہیں تم نے۔ بارہ بجے دن کی صبح ہو رہی ہے اور چینج ابھی تک نہیں کیا۔" شکل کی پیاری لڑکی کا لہجہ اتنا ہی تیکھا اور طنز سے بھرپور تھا۔ اس کا حملہ اتنا اچانک تھا کہ کرن بے چاری گھبرا سی گئی مگر ہانیہ کا تو دماغ ہی گھوم گیا۔

"ان کی تعریف؟" ہانیہ نے سرد مہری سے دریافت کیا۔

"یہ زینی ہے۔ زینب میری پھپھو کی بیٹی ہے۔" کرن جانے کیوں ہکلا سی گئی۔ جبکہ زینی عین ہانیہ کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ جیسے اس سے اپنا تقابل کر رہی ہو۔ ہانیہ کو وہ لڑکی خطرناک لگی۔

"کرن سے کہاں میرا تعارف کرایا جائے گا۔ اس کے لیے مجھے ہی زحمت کرنا پڑے گی۔" لب و لہجے سے وہ پڑھی لکھی لگ رہی تھی مگر انداز از حد طنزیہ اور کٹیلا تھا۔ ہانیہ کی برداشت جواب دے گئی۔

"اچھا جی۔ آپ کیا بہادر شاہ ظفر کی پوتی ہیں۔" اپنی طرف سے ہانیہ نے بھرپور طنز کیا۔ مگر جوابا "بے حد اطمینان سے جو زینی نے کہا اس نے صحیح معنوں میں ہانیہ کو بھک سے اڑا دیا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولی تو لہجے میں کھلا چیلنج تھا۔

"جی نہیں۔ میں آپ کے شوہر نامدار کی قائم مقام منگیتر ہوں۔"

ہانیہ کو لگنے والا جھٹکا شدید تھا۔

لیکن اس جھٹکے میں دکھ نہیں بلکہ حیرت و بے یقینی کا عنصر تھا۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ شادی کے اگلے ہی روز اس کے شوہر کی قائم مقام منگیتر یوں سامنے آکھڑی ہوگی۔ کرن کی رنگت اڑ سی گئی۔ وہ بے چاری تو زینی کو بھابھی دکھانے لائی تھی۔ معلوم نہ تھا کہ زینی یوں اپنا آپ عیاں کر دے گی۔

"آپ بھی آئیں نا نیچے۔ سب آپ کا ویٹ کر رہے ہیں ناشتے کے لیے۔"

کرن نے یوں ظاہر کیا جیسے زینی نے کوئی بات کی ہی نہ ہو۔ زینی بھی نخوت سے سر جھٹک کر کمرے سے نکل گئی۔ کرن بھی پلٹی۔

"سنو کرن۔۔۔!" ہانیہ جس انداز میں محسوس کر رہی تھی۔ کرن بے چارگی سے پلٹی۔

"ابھی جو کچھ تمہاری کزن نے کہا وہ سچ ہے؟"

"آپ فریش ہو جائیں۔ صبح صبح اپنا موڈ خراب مت کریں اور ناشتے کے لیے آجائیں۔" وہ کہہ کر باہر چلی گئی۔ ہانیہ کا سر چکرا گیا۔

منگیتر کے ہوتے ہوئے جس شخص نے ہانیہ سے بیاہ رچالیا تھا اسے سوائے روپے پیسے کے اور کس شے کا لالچ ہو سکتا ہے۔ وہ ماما کی نہج پہ ہی سوچ رہی تھی۔ فریش ہو کر وہ باہر نکلی تو اس کا سوٹ کیس کمرے میں موجود تھا۔

اپنی مرضی کا لباس نکال کے سادہ سی ڈریسنگ کے ساتھ وہ کھلے بال شانوں پہ بکھیرے کمرے سے نکل آئی۔ رات بھی کچھ نہیں کھایا تھا "سو اب بھوک چمک اٹھی تھی۔ ٹی وی لاؤنج کے ساتھ ہی ڈائننگ روم تھا۔ باتوں کی آوازوں کے تعاقب میں وہ وہیں جا نکلی۔ دس کرسیوں والی ڈائننگ ٹیبل اس وقت بھانت بھانت کے لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔

اسے دیکھ کے ایک دم سے خاموشی چھا گئی تو وہ نروس سی ہو گئی۔ کرن اس کی کیفیت کا اندازہ کر کے فی الفور اٹھی اور آگے بڑھ کے اس کا حنائی ہاتھ تھام کر اپنی خالی کی ہوئی کرسی پر لا بٹھایا۔ جہاں ایک طرف

نرگس پھپھو بیٹھی تھیں اور دوسری طرف تیکھے نقوش والی خاتون براجمان تھیں۔

"نہ سلام نہ دعا۔ دلہن تو لگتا ہے سدا سے یہیں رہتی ہے۔" طنز ان ہی خاتون کی طرف سے آیا تھا۔ لہجہ ناگوار تھا۔ ہانیہ شرمندگی کا شکار ہوئی۔ واقعی اتنے سارے لوگوں کو ایک ساتھ دیکھ کر وہ جھجک کا شکار ہو کر سلام بھی نہیں کر پائی تھی۔

نرگس پھپھو خاموش رہیں۔ خدا جانے ان کے پاس کوئی جواب تھا نہیں یا وہ اس کی حمایت میں بولنا نہیں چاہتی تھیں۔ ہانیہ اس اجنبی ماحول سے وحشت زدہ ہونے لگی۔ دس لوگوں کی دس آنکھیں اسی پہ گڑی تھیں۔

"ماما! آپ کی شہری بہو تو ناشتے کی آس میں آئی ہے۔ اور ہم دوپہر کے کھانے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔" ہانیہ کو اپنا تمام تر اعتماد ہوا ہوتا محسوس ہوا۔ اتنے سارے لوگوں میں وہ کوئی بدتمیزی نہیں کر سکتی تھی اور نہ کوئی بدلحاظی دکھا سکتی تھی۔

"السلام علیکم۔ بھئی ناشتا تو ابھی میں نے بھی کرنا ہے اور کون رہ گیا ہے ناشتا کرنے والا؟" یہ عباد کی آواز تھی۔

ہانیہ نے بے اختیار چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ ٹیبل پر بیٹھے لڑکوں سے ہاتھ ملا کر لڑکیوں سے ہائے ہیلو کر رہا تھا۔

"ہانیہ! مختصر سا تعارف ان سب کا یہ ہے کہ یہ سب لڑکے تمہارے دیور ہیں۔ اور یہ سب لڑکیاں تمہاری نندیں ہیں۔"

عباد اس کی کرسی کی پشت تھامے اس طرف تھوڑے جھک کر بتا رہا تھا۔ اس کی یہ بے تکلفی ہانیہ کی سمجھ سے بالاتر تھی مگر فی الحال ہانیہ کی توجہ سامنے رو میں بیٹھی زینی کے سرخ پڑتے چہرے کی طرف تھی۔ وہ ایک دم کرسی کھسیٹ کر اٹھی۔

"مجھے چھوڑ کر۔ ایکسکیوز می!" تنکی سے کہتی وہ جلتی بھنتی وہاں سے چلی گئی۔

"زینی۔ ادھر آؤ۔" ساتھ بیٹھی خاتون نے زینی کو آواز دی اور ساتھ ہی عباد کو بھی سرزنش کی۔

"تمہیں پتا تو ہے اس کا۔ پھر کیوں تنگ کرتے ہو اسے۔ وہ تو پہلے ہی پریشان تھی ہے۔"

"پھپھو! اس نے میری پوری بات سنی ہی کہاں ہے۔ میں بھی اسے چھوڑ کے باقی سب نندیں ہیں کہنے والا تھا۔" عباد نے اطمینان سے کہا۔

"اوہ۔۔۔" ہانیہ پر کھل گیا کہ یہ خاتون عباد کی پھپھو یعنی زینب عرف زینی کی والدہ محترمہ تھیں۔

"تم بتاؤ ہانیہ! ڈائریکٹ لنچ ہی کرو گی یا ناشتا کرنے کا موڈ ہے؟" عباد اس سے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" وہ بے ساختہ سچ بول گئی۔

"اب کھانے کا وقت ہو رہا ہے۔ کھانا ہی کھاؤ۔ اس وقت تو حلوہ پوری اچھی بھی نہیں لگے گی۔" نرگس پھپھو نے سنجیدگی سے مشورہ دیا تو ہانیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لڑکے مسعود کے ساتھ اٹھ گئے اور لڑکیاں کرن کے ساتھ یقینا" کچن کی طرف گئی تھیں۔ اب نرگس پھپھو اور عباد کی پھپھو کے نرغے میں ہانیہ بیٹھی رہ گئی تھی یا ہانیہ کی پشت پہ کھڑا عباد۔

"بھئی! ایسی منہ دکھائی دلہن تو پہلی بار دیکھی ہے میں نے ہمارے زمانے میں تو ایسا نہیں ہوتا تھا۔" عباد کی پھپھو نے اسٹارٹ لیا تو نشانہ ہانیہ کی سادگی تھی۔

"کیوں پھپھو! آپ کے زمانے میں دلہنیں منہ نہیں دھوتی تھیں؟" عباد نے حیرت سے پوچھ کر سوال کی سنگینی کو یوں زائل کیا کہ نرگس پھپھو کے ساتھ ہانیہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے عباد کو گھورا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ ہم تو ہمیشہ سج بن کے رہے۔ ان کے ابا تو خوب راضی ہوتے تھے اس ادا سے۔"

"میں ویسے ہی اس سے راضی ہوں پھپھو! مجھے چیسٹری بن کے بیٹھے رہنے والی لڑکیاں بہت بری لگتی

ہیں۔" عباد کا اطمینان مکمل تھا۔

ہانیہ کو یوں کمرے سے نکل آنے کا افسوس ستانے لگا۔ اچھا تھا وہیں ناشتے کا انتظار کرتی رہتی۔ یہ سارا ڈراما تو دیکھنے کو نہ ملتا۔

ذرا دیر کے بعد کھانے کی ٹیبل طرح طرح کی ڈشز سے سج گئی۔ عباد نے نرگس پھپھو کے اٹھتے ہی ہانیہ کے ساتھ والی نشست سنبھال لی۔ لڑکوں نے کھانے کی ٹیبل کو وہ نے بنالیا اور اپنی پسند کی اشیا پلیٹوں میں سجا کے ٹی وی لاؤنج میں چلے گئے۔ اب ڈائننگ ٹیبل پر رش کم تھا۔

زینب نے آکر بڑے استحقاق سے ان کے مقابل کرسی سنبھالی اور مختلف ڈشز اٹھا کے عباد کی طرف بڑھانا شروع کیں۔ زینی کے ہاتھوں سے چاولوں کی ڈش تھام کر وہ اپنی پلیٹ کے بجائے ہانیہ کی پلیٹ میں ڈالنے لگا۔ زینی کی پیشانی پر پڑنے والے بل بہت نمایاں تھے۔

اب وہ سالن کا ڈونگا اٹھا کر اسے پیش کر رہا تھا۔ ہانیہ نے اسے روک دیا۔ اس نے چاولوں پر کباب کے ساتھ محض رائتہ اور سلاد لیا۔

اپنا مختصر سا کھانا ختم کر کے سب سے پہلے معذرت کرتی ہانیہ وہاں سے اٹھی اور اپنے کمرے میں آکر دم لیا۔

باہر کی محفل اب زوروں پر تھی۔ سوچوں میں گم وہ چونکی۔ اس کا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔ اس نے جلدی سے موبائل اٹھایا۔ پاپا کی کال تھی۔

"السلام علیکم۔ کیسی ہے میری شہزادی بیٹی؟" پاپا کی آواز سے زندگی جھلک رہی تھی۔ ہانیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

"ٹھیک ہوں پاپا! آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟"

"میں تو ایکدم فٹ فاٹ ہوں۔ بھئی ایکدم سے اتنے بڑے بیٹے کا باپ جو بن گیا ہوں۔" وہ بہت خوشی سے عباد کا ذکر کر رہے تھے۔

ہانیہ کے دل کو تکلیف ہوئی۔ پاپا بے چارے نہیں جانتے تھے کہ ان کا یہ پلا پلایا بیٹا ان کے ساتھ کیا گیم کھیل رہا ہے۔

"عباد کہاں ہے؟"

"جی۔۔۔ باہر ہیں۔" وہ بدقت مسکرائی۔

"ہاں۔۔۔ وہ بہت اچھا انسان ہے۔ اس کی قدر کرنا۔" پاپا نے بہت سی باتوں کے درمیان اسے نصیحت کی، جو کم از کم ہانیہ کو تو قطعاً "پسند نہیں آئی۔ عباد نے موجودہ حیثیت میں اسے ذرا بھی متاثر نہیں کیا تھا۔

موبائل آف کرتے ہوئے اسے خیال آیا۔ عباد اور اس کی پہلی ملاقات اسپتال میں ہوئی تھی۔ تب وہ اسے برا نہیں لگا تھا۔ اس نے بے زاری سے سر جھٹکا۔ تب ہی دروازہ کھلا تو ہانیہ چونک کے دیکھنے لگی۔ عباد اندر آیا تھا۔

ہانیہ نے اپنے اندر کوئی بھی تاثر ابھرتا محسوس نہیں کیا۔ اپنا موبائل فون اٹھا کر یوں ہی نمبروں سے کھیلنے لگی۔ عباد آکر بیڈ پر بیٹھا اور جوتے اتار کر بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔

"زینی کیا لگتی ہے تمہاری؟" ہانیہ کی توجہ موبائل پر مگر لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔ نیند سے بوجھل ہوتی عباد کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔

"مطلب؟" وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ ہانیہ کا انداز اس کی ٹھیک ٹھاک کلاس لینے کا تھا۔

"مطلب یہ کہ۔۔۔ زینی سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟" اب وہ بڑے اعتماد سے عباد کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے عباد کے تاثرات میں ناگواری دیکھی۔

"تمہارا مطلب جو بھی ہو۔۔۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم یوں مجھے "تم" کر کے مخاطب کیا کرو گی؟" اس نے بالکل ہی غیر متعلق بات کی۔ لمحہ بھر کو ہانیہ اگلی بات بھول گئی۔

"کافی بڑا ہوں میں تم سے اور پھر جو رشتہ ہے تمہارا مجھ سے، وہ احترام کا متقاضی ہے۔"

ہانیہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے جیسے خود کو کمپوز کیا اور پھر رسان سے بولی۔

"زینی سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟"

"کزن ہے میری۔ تمہارے ساتھ ہی اس کی امی بھی تھیں۔ میری پھپھو کی بیٹی ہے۔" اس نے بڑی تفصیل سے اپنا اور زینی کا رشتہ واضح کیا یا شاید لفظوں کے پردے میں چھپایا تھا۔ کم از کم ہانیہ کو ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔

"اس کے علاوہ۔۔۔؟"

عباد نے چونک کے اسے دیکھا۔ "کیا جاننا چاہتی ہو تم؟"

"میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں مسٹر عباد! کہ ایک عدد منگیتر رکھتے ہوئے بھی آپ کو اس ایمرجنسی میں شادی کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی اور یہ کہ میرے پاپا کو کس لیے دھوکا دیا ہے آپ نے۔ کس لالچ میں؟" وہ چیخ پڑی۔

چند لمحوں تک عباد اس کا چہرہ دیکھتا رہا جیسے اسے اندر تک پڑھ لینا چاہتا ہو۔ پھر بڑے اطمینان سے پوچھنے لگا۔

"تمہارا کیا خیال ہے مجھے کیا لالچ ہو سکتا ہے؟"

"میرے پاپا کا بزنس ہتھیانا اور کیا۔" ہانیہ کو جس کی لاپروائی پر پھر سے غصہ آرہا تھا، وہ تنفر سے بولی۔

"نکاح میں اپنے ساتھ بد اخلاقی لائی ہو ہانیہ وقار۔"

"اور تم۔۔۔ جس نے نکاح کے نام پہ دھوکے کا کھیل کھیلا ہمارے ساتھ اس کا کیا؟" ہانیہ کی نرم مزاجی کہیں دور جا سوئی۔

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ میں یہاں ریسٹ کرنے آیا ہوں۔" وہ بولا اور پھر آرام سے لیٹ گیا اور دوسرا تکیہ اٹھا کر چہرے پر رکھ لیا۔ ہانیہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

اس کی قربانی یوں رائیگاں جائے گی، اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

"ایکسکیوزمی مسٹر عباد! مجھے بھی کوئی شوق نہیں تھا اس شادی کا۔ مجھے مجبور کیا تو صرف میرے باپ کی خواہش نے۔ گھر میں تمہارا یہ چہرہ ضرور انہیں دکھانا چاہتی ہوں۔" ہانیہ سلگی۔ اس کے الفاظ نے جادو کا اثر کیا۔ عباد فی الفور تکیہ پرے کر کے اٹھ بیٹھا۔

"شٹ اپ۔۔۔ اب اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں۔۔۔ اگر تم نے ماموں جان سے ایک بھی فضول لفظ کہا تو۔" وہ دانتوں پہ دانت جما کر رہ گیا۔

اس کے انداز و الفاظ میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ ہانیہ اپنی جگہ دبک کر رہ گئی۔

عباد نے گہری سانس بھر کے جیسے خود کو معتدل کیا اور پھر اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"تم نے جن حالات میں اس شادی کے لیے ہامی بھری ہے، وہ تم اچھی طرح جانتی ہو اور میرا نہیں خیال کہ تم اب کوئی بے وقوفی کر کے اپنے پاپا کی زندگی سے کھیلنے کی کوشش کرو گی۔"

ہانیہ سن رہ گئی۔

وہ کیا کہہ رہا تھا اور اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔ وہ سمجھ میں آتے ہی اس کی زبان بند ہو گئی۔ وہ کروٹ لے کر لیٹ گیا۔

☆ ☆ ☆

اس کا ولیمہ بڑے اچھے میرج ہال میں شان دار طریقے سے ہوا تھا۔ زونیہ کا ولیمہ ایک روز بعد تھا۔ گرے نواحلی کے ساتھ ہانیہ کے ولیمہ میں آئی تو ان دونوں کی شان ہی نرالی تھی۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے وہ دونوں صحیح معنوں میں لو برڈز لگ رہے تھے۔

پاپا ان کے پاس آئے تو عباد اور ہانیہ دونوں سے بہت محبت سے ملے۔ ماما نے عباد سے خاصی لیے بھائی مگر ہانیہ سے کٹی کٹی سی رہی تھیں۔ ان کی سرد مہری ہانیہ سے چھپی ہوئی نہ تھی۔

سعدیہ آپی کا رویہ بھی ماما سے الگ نہیں تھا۔ ہانیہ خود ترسی کا شکار ہونے لگی۔ اپنوں کی بے رخی دل کو اندر تک کاٹ رہی تھی۔ اتنی بڑی قربانی دے کے اپنے جذبات و احساسات کا خون کرنے کے بعد بھی اسے جنت نہ ملی تھی۔ ہال کی ارینجمنٹ سے لے کر کھانے تک ہر انتظام بہترین تھا۔

"میں تو زونی کی سسرال کو الوائٹ کرنے کے حق

میں ہی نہیں تھی۔ ان جاہل گنوار لوگوں میں آکے تو وہ سو باتیں کرتے۔" ملانے نخوت سے کہا تو دل مسوس کے رہ گئی۔

"چلیں نا آپ لوگ ہمارے ساتھ۔ ہانیہ کا گھر نہیں دیکھیں گے۔" تقریب کے اختتام پر جب سب واپسی کے لیے ہانیہ سے ملنے لگے تو عباد نے مسکراتے ہوئے شائستگی سے سب کو دعوت دی۔ جو کسی کو بھی قبول نہ تھی۔

"مجھے تو ڈسٹ الرجی ہے اور گاؤں کے راستے تو..." ملانے اپنی بے زاری کو کسی پردے میں نہ چھپایا تھا۔

زونیہ اور سعدیہ آپی نے موقع ابھی کوئی اخلاق نہ نبھایا تھا۔ چلتے ہوئے ملانے سب کو زونیہ اور علی کے ولیمہ میں آنے کی دعوت بھی یہ کہیں کس رو میں دے دی یا شاید پاپا کے خیال سے۔ ورنہ وہ تو ان گنوار لوگوں سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔

گھر آکے سب اسے تھیر کے بیٹھ گئے۔ جبکہ ہانیہ کا دل چاہ رہا تھا تنہائی پاکر خوب روئے۔ بلکہ چیخے چلائے۔ تاکہ اندر کا غبار نکل سکے۔

مگر ہو جو فطری تقاضے تھے دنیاداری کے۔ وہ کا جری کلر کے حسین لہنگے میں یوں ساکت بیٹھی موی مجسمہ لگ رہی تھی۔ جسے "مزاج" کہتے۔ کوئی بھی شے اس کے سکتے کو توڑ نہیں پارہی تھی۔

دھم سے اس کے پاس کوئی صوفے میں دھنسا تو اس نے کشیلی انداز میں چہرہ گھمایا۔

"کسی کی یاد آرہی ہے؟" بے حد ہمدردی بھرا انداز۔ چہکار تا ہوا لہجہ۔

"علی کو تو کسی شے کا لالچ ہو سکتا ہے مگر تمہیں کس لالچ نے اس شادی پر مجبور کیا تھا؟" لبوں پہ مسکراہٹ دھیما مگر زہریلا لہجہ یہ زینی تھی۔

ہانیہ کا دماغ گھومنے لگا۔ اسی وقت عباد صوفے کے پیچھے سے ان پر جھکا۔

"کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو میری بیوی کو۔" اس کا لہجہ خوش گوار تھا۔

"مونسب پڑھے ہوئے کو کیا پڑھانا۔ میں تو صرف یہ پوچھ رہی تھی کہ کس کی یاد میں گم بیٹھی ہے یوں افسردہ سی۔"

وہ زینی تھی۔ جسے کسی کا خوف نہ تھا۔ لونچی آواز میں بولی تو کسی کو معاملے کا پتا نہ ہونے کے باوجود اس کے انداز و الفاظ نے ٹی وی لاؤنج میں خاموشی پھیلا دی۔

"چلو بھئی! اب بس کرو۔ نیند آرہی ہے چل کے سوؤ سب۔" نرگس پھپھو نے کھنکھارتے ہوئے محفل برخاست کی تو سب خاموشی سے اٹھنے لگے کسی نے بھی زینی کے مقابل آنے کی جرات نہ کی تھی۔

وہ لباس تبدیل کرکے نکلی تو عباد تکیے سے بستر جھاڑ کر لیٹنے کی تیاری میں تھا۔ تولیے سے چہرہ خشک کرتی وہ اس کی طرف آئی۔

"تم اپنی منگیتر کو سمجھاؤ گے یا یہ کام مجھے کرنا پڑے گا؟" اس کا جملہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا کہ تکیہ ہاتھوں میں تھامے پورا کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔ چہرے پہ ناگواری اور غصہ لیے وہ اسی سے مخاطب تھی۔

"پہلے تو تمہیں سمجھانے کی ضرورت ہے۔ ... اپنے انداز و الفاظ پہ غور کرو ذرا۔ شوہر سے بات کرنے کا طریقہ سیکھو۔"

عباد کے انداز میں سنجیدگی تھی۔ وہ پلٹ کے تکیہ اپنی جگہ پہ سیٹ کرنے لگا۔ "تم مجھ پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ میں جیسے جی چاہے گا بات کروں گی۔" وہ تلملائی۔

"تم بیوی ہو کر میری پابندی میں نہیں ہو تو اس پہ کس حق سے پابندی لگاؤں میں؟"

عباد کا لہجہ بھی پرسکون تھا۔ وہ چپ رہی۔

"منگیتر تو ہے نا۔ اسی بات کا رعب دکھا کر تو وہ مجھے سنائی ہے۔"

"محبوبہ ختم ہو چکی کب سے یار! اب مت دہراؤ ہانیہ! اب میری منگیتر نہیں ہے۔ شی از جسٹ اے کزن۔ (وہ محض کزن ہے)"

"تو یہ بات تم اسے سمجھاؤ۔ میں بھاگ کے تمہارے ساتھ نہیں آئی کہ یہاں سب کی باتیں سنتی رہوں۔"

وہ خود اذیتی کے عالم میں تھی۔ ورنہ ایسی بدتمیزی اس کی سرشت میں نہ تھی۔ عباد نے بے اختیار آگے بڑھ کے اسے بازو سے تھاما اور تلخی بھرے انداز میں بولا۔

"میرے لیے مزید مشکلات پیدا مت کرو ہانیہ! اس گھر میں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو تمہارے یہاں آنے اور میرے اس شادی کے فیصلے سے خوش نہیں ہیں۔ تمہارا رویہ حالات خراب کردے گا۔" وہ جو اس کی باتیں سن کے ساکت سی تھی۔ اس کے خاموش ہوتے ہی بھڑک اٹھی۔

"بہت خوب۔ یوں کہو کہ میرا رویہ تمہارا ایمان خراب کردے گا۔ اگر ایسی ہی ناراضی تھی سب کی تو کس لالچ میں تم نے مجھ سے شادی کی ہے بولو۔"

"فضول باتیں مت کرو ہانیہ! میں ماموں جان کا بہت احترام کرتا ہوں۔" وہ نہ جانے اتنی ہی قوت برداشت کا مالک تھا یا محض ہانیہ کو برداشت کر رہا تھا۔

"ماموں جان کا یا ان کی چہیتی لاڈو کا۔" وہ چیخی۔

اس کے الفاظ سن کر چند لمحوں تک وہ اسے دیکھے گیا۔ ہانیہ نے بھی نگاہ نہیں چرائی۔ پھر وہ گہری سانس بھرتا اس کے بازو پر سے ہاتھوں کی گرفت ہٹاتا بستر کی طرف پلٹ گیا۔

"تم اپنی ذہنیت کے مطابق جو چاہے سمجھ سکتی ہو۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں۔"

"وہ تو میں دو دنوں میں ہی جان گیا ہوں۔" وہ اپنی جگہ پر لیٹتے ہوئے اطمینان سے کہتا اسے تپا رہا تھا۔

"میں پاپا کو سب کچھ بتادوں گی۔ تم انہیں چیٹ کر رہے ہو۔ میں نے خوامخواہ جذباتیت میں آکر اپنی زندگی داؤ پہ لگادی۔" اسے رونا آنے لگا۔

"اب تو لگا ری تک صبح اٹھ کے پچھتا لینا۔ نیند آرہی ہے لائٹ آف کردو۔"

وہ آنکھیں موندے کہتا اسے زہر سے بھی کڑوا لگا مگر اس سے زیادہ شور ہنگامہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ سو خود کو سنبھالتی لائٹ آف کرکے اپنی جگہ پر آلیٹی۔ اب اسے اس ان چاہی زندگی سے نکلنے کا کوئی لائحہ عمل طے کرنا تھا۔ جو پاپا کے لیے بھی قابل قبول ہو گا۔

☼ ☼ ☼

اگلے روز دونوں کا ولیمہ تھا۔

ہانیہ سارا دن کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ کرن اس کا ناشتا کمرے میں ہی لے آئی۔ سو نخروں سے اس نے ناشتا کیا۔ کرن سے بھی سیدھے منہ بات نہیں کی۔ حالانکہ وہ بہت خوش مزاج اور مخلص سی لڑکی تھی مگر چونکہ وہ عباد کی بہن تھی۔ اس لیے ہانیہ نے اس کا بھی بائیکاٹ کردیا۔ وہ بے چاری ناشتے کے برتن سمیٹ کر کمرے سے نکل گئی۔

"بس یہی طریقہ ٹھیک ہے۔ تم لوگوں کو تمہاری اوقات یاد نہ دلاؤ تو کم از کم ہانیہ وقار کیا چیز ہے۔ ابھی پتا نہیں تم سب کو۔" ہانیہ نے اپنے طریقہ کار پہ خود کو شاباشی دی تھی۔

دوپہر کے کھانے پر نرگس پھپھو خود اس کے کمرے میں آئیں۔ وہ لیٹی ہوئی تھی۔ صبح سے کروٹیں بدل بدل کے اور ٹہل ٹہل کے تھک گئی تھی۔ مگر کمرے سے باہر جانا اسے منظور نہ تھا۔ پھپھو کو دیکھ کر وہ مارے مروت کے اٹھ بیٹھی۔

"کیا بات ہے ہانیہ۔ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" انہوں نے پیار سے پوچھا۔

"جی۔" وہ ٹھیک کرتی وہ یہی کہہ سکی۔ خفگی اس کے چہرے ہی سے جھلک رہی تھی۔

"تو پھر آؤ نا۔ باہر آکے سب میں بیٹھو۔"

"نہیں۔ میں ان سب میں جاکے نہیں بیٹھ سکتی۔" نرگس پھپھو کی بات کے جواب میں وہ جس

سپاٹ سے انداز میں بولی۔ اسی پل کمرے میں داخل ہوتے عباد کو نہ صرف ٹھٹکا بلکہ تیوری پر بل بھی ڈال لیے۔

"کیوں ہانیہ؟" نرگس پھپھو نے عباد کو آتے نہیں دیکھا تھا۔ بے حد حیرت سے پوچھنے لگیں۔

"ابھی آئی ہے امی جان! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ اکیلی جانے سے گھبرا رہی ہے۔ میرے ساتھ جائے گی۔"

ہانیہ کے کسی اور منہ توڑ جواب سے پہلے ہی عباد نے اپنے لہجے میں مقدور بھر بشاشت بھرتے ہوئے جواب دیا۔

نرگس پھپھو پریشانی سے عباد کو دیکھنے لگیں۔ اس نے ماں کو شانوں سے تھام کر کہا۔

"ڈونٹ وری۔ میں فریش ہو جاؤں۔ دس منٹ میں آرہے ہیں ہم دونوں۔ آپ کھانا لگوائیں۔"

نرگس پھپھو الجھی ہوئی سی کمرے سے نکل گئیں۔ بچی تو نہ تھیں کہ ہانیہ کا یہ اکھڑا انداز نہ پہچانتیں۔

ہانیہ ویسے ہی مغرورانہ انداز میں گردن اکڑائے بیڈ پہ ٹانگیں لٹکائے بیٹھی رہی۔ عباد اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟"

"میں تمہیں ہر بات بتانے کی پابند نہیں ہوں۔" ہانیہ نے اس کی عزت نفس کے پرخچے اڑائے تھے۔ یوں جیسے کسی ملازم سے بات کررہی ہو۔

مگر اگلا لمحہ ہانیہ کے لیے تعجب بھرا تھا۔ جھک کر اسے بازو سے تھام کر ایک جھٹکے میں اپنے سامنے کھڑا کرتے ہوئے وہ غرایا۔

"مائنڈ یو ہانیہ وقار! نہ تو میں تمہیں بھگا کے لایا ہوں اور نہ ہی اٹھا کے۔ تم اپنی مرضی سے نکاح نامے پہ سائن کرکے میرے گھر آئی ہو۔ پھر یہ نخرے کس بات کے دکھا رہی ہو؟" دھیمی آواز میں شعلوں کی سی لپک تھی۔ ہانیہ کو لگا بھوری آنکھوں سے نکلتے شعلے پل بھر میں اسے جلا کر راکھ کر دیں گے۔

"ڈونٹ ٹچ می۔" اسے فی الوقت یہی احتجاج سوجھا۔

"میں عباد رضا ہوں ہانیہ بی بی! کوئی نفس کا مارا شخص نہیں جو اچھی شکل سامنے پاکر چھونے کی حسرت پالوں۔ میرے دل میں اترنے کے لیے تمہیں ابھی بہت سے لوازمات کی ضرورت ہے۔" عباد کے انداز میں تمسخر تھا، تلخی تھی۔

وہ جی بھر کے جھلسی۔ "بازو چھوڑو میرا۔"

"آئندہ تم امی سے اس لب و لہجے میں بات نہیں کروگی۔" وہ متنبہ کررہا تھا۔

"میں نے ان سے بدتمیزی نہیں کی۔ میں باہر نہیں جانا چاہتی۔" ہانیہ کا بازو اس کی سخت گرفت میں دکھنے لگا تھا۔ اوپر سے ذلت کا احساس۔ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"وہ تمہیں جانا ہوگا۔" وہ اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے بولا اور اس کے بازو کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔

"تم مجھے تکلیف پہنچا رہے ہو۔"

"تو تمہیں کیا کوئی بھی کام نہیں کرنا جس سے میری ماں کی انسلٹ ہو۔ ہانیہ یاد رکھو کہ اس گھر میں تم ان ہی کی خواہش پر آئی ہو۔"

اس نے جیسے ہانیہ کی بات سنی ہی نہ تھی۔ بڑی سختی سے کہتے ہوئے اپنی بات اس کے کانوں تک پہنچائی اور اس کا بازو چھوڑ کر پلٹ گیا۔ وہ بے اختیار دوسرے ہاتھ سے اپنا بازو مسلنے لگی۔ اتنی بے دردی سے پکڑا تھا کہ بازو میں خون جما محسوس ہو رہا تھا۔

"تو کیا ضرورت تھی دوسروں کی خواہش پر اس دلدل میں اترنے کی۔" وہ چیخی۔ شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے وہ ٹھٹکا۔ اس نے محض چہرہ موڑ کے ہانیہ کو دیکھا۔

"یہ سوال میں تم سے کروں تو شاید تمہارے پاس بھی کوئی جواب نہ ہو۔" اور واقعی ہانیہ لاجواب ہوگئی۔

"میرے باہر نکلنے تک جو تیاری کرنی ہے کرلو۔ ورنہ ایسے ہی اٹھا کے لے جاؤں گا۔"

وہ کہتا ہوا واش روم میں گھس گیا۔ ہانیہ نے کتنی ہی

گالیوں کو حلق سے واپس لوٹایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

یہ کیا غلطی کر ڈالی میں نے۔ زندگی بھر کے لیے طوق گلے میں ڈال لیا۔ اسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

کاہی اور عنابی رنگ کی لمبی فراک اور چوڑی دار پاجامے میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔

"ماشاءاللہ۔۔۔ میں سمجھی تھی کہ دلہن بن کے ہی روپ آیا ہے۔ تم تو ہر روپ میں چاند ہو۔"

نرگس پھپھو نے اس کی پیشانی چومی اور اس پر سے لال نوٹ وار کے کام والی کو تھمایا۔ ہانیہ سب کے بیچ نروس سی ہونے لگی۔ فراک کے گلے پر ہوئے نفیس سے کام اور رنگے نگوں کا عکس اس کے رخساروں پر پڑ رہا تھا۔

"جدید ایرینائی کے کپڑے پہن کے اور پارلر سے تیار ہو کے سب ہی چاند لگتے ہیں ہانی!" زینی نے تنک کر کہا۔ اس سے نرگس پھپھو کا توصیفی انداز اور ہانیہ کو یوں بے اختیار سراہنا برداشت نہیں ہوا تھا۔

"تو تم بھی پارلر کا ایک چکر لگا لیتیں۔" عباد تائی کی بات سنتا ادھر آیا تھا۔ سادگی سے بولا تو سب ہی کو اناز میں ہنسے۔ زینی کی رنگت سرخ پڑ گئی۔

"تم تو مجھ سے بات نہ ہی کرو۔"

عباد ہانیہ کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔ ہانیہ کی نگاہ بے اختیار سامنے دیوار پہ لگے قد آدم آئینے کی طرف اٹھی۔ جس میں ان دونوں کی اکٹھی شبیہہ تھی۔

اس قدر مکمل اور خوب صورت جوڑی ہے۔ ہانیہ کو لمحہ بھر کو خود پر رشک آیا۔ مگر جوں ہی اسی آئینے میں عباد سے نگاہ ملی تو اس نے اپنی توجہ ہٹائی اور اپنے ہاتھ میں پکڑا پاؤچ چیک کرنے لگی۔ اس کا دل جانے کیوں اس پل بڑی بے ترتیبی سے دھڑکا تھا۔ زونیہ اور علی کی جوڑی بھی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

مگر جو بات ہانیہ اور عباد کے لیے دیے سے انداز میں سب کو دکھائی دے رہی تھی وہ زونیہ اور علی کے اونچے قہقہوں اور ہاتھ پہ ہاتھ مارنے میں مفقود تھی۔

فراک کی ہم رنگ چپل ہیل پر اسی دو رنگ کے خوب صورت سے نگینے جڑے ہوئے تھے مگر اسی نازک اور ہانیہ کی پسندیدہ سینڈل کے اسٹریپس نے اس کے نازک پیروں کا حشر کر دیا تھا۔

اسٹیج پر چڑھنے تک عباد اس کی حالت بھانپ چکا تھا۔ ملا نے دنیاداری کو ہی سہی مگر زونیہ کے ولیمے میں بہرحال ہانیہ اور عباد کو بیچ محفل میں پروٹوکول دیا تھا۔ ابھی بھی ان دونوں کو دولہا دلہن کے ساتھ فوٹو سیشن کے لیے اوپر بلایا۔

عباد وہ سیڑھیاں طے کر چکا تھا۔ ہانیہ کی ہچکچاہٹ محسوس کر کے واپس پلٹا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"میری سینڈل تنگ کر رہی ہیں۔" دھیمے انداز میں کہتے ہوئے لاپروائی کا سا تاثر دیتے ہوئے ہانیہ نے اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیاں طے کیں۔

"ہو ہو۔۔۔ سالی صاحبہ۔" علی ہانیہ کو دیکھ کے چہکا۔ عباد نے ایک گہری نگاہ علی کے بے تکلف انداز پر ڈالی۔ سعدیہ آپی اور سعد بھائی' عباد' ہانیہ' زونیہ اور علی کے جوڑے اسٹیج پر موجود تھے۔ فوٹو سیشن ہو رہا تھا۔

"ہنی مون کا تو سوچ لیا ہوگا تم نے زونی۔۔۔ کہیں علی' یورپ کا چکر تو لازمی لگے گا تمہارا۔" سعدیہ آپی کو یوں ہی نہیں سوجھی تھی۔ یقیناً" ہانیہ اور عباد کو احساس کمتری دلانا مقصود تھا۔

"ہاں سوچا تو ہے مگر پہلے ہانی جائے گی۔ یہ کہاں جا رہی ہے؟" زونیہ نے اترا کر کہا۔

"تم بتاؤ' میں نے ابھی ان خرافات کا نہیں سوچا۔" ہانیہ اپنی دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"بھئی۔ میں نے تو سوچ لیا ہے کہ یورپ ہی جانا ہے مگر اب سالی صاحبہ کو دیکھ کر جی چاہ رہا ہے کہ ان ہی کے ساتھ نکل جاؤں۔" اپنی طرف سے علی نے بڑی شرارت سے کہا تھا مگر

زونیہ کا رنگ میک اپ کے باوجود اڑتا محسوس ہوا

تھا اور عباد جس طرح جھٹکے سے کھڑا ہوا' ہانیہ کو لگا کہ وہ علی کو مارنا ہی نہ شروع کر دے۔ گھبرا کے وہ خود بھی اٹھ گئی۔

"علی کا مطلب وہ نہیں تھا عباد!" ملا کو علی کے اس گھٹیا مذاق پر صفائی دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

"جی۔۔۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ اٹس اوکے۔ ہانیہ! اٹھو ہماری فوٹو سیشن ہو گیا۔"

"جی۔۔۔" خود ہانیہ کو بھی علی کا بے ہودہ جملہ پسند نہیں آیا تھا۔

"تم سوری۔۔۔ اٹس جسٹ اے جوک۔" علی نے ڈھٹائی سے اپنی بے ہودگی کو مذاق کے کھاتے میں ڈالا۔

"آدمی کی زبان سے نکلا ہر جملہ اس کی ذہنی استعداد کا پتا دیتا ہے مسٹر علی! آج آپ کی ذہنیت کا پتا چل گیا۔" وہ سرد مہری سے کہتا ہانیہ کے ساتھ اسٹیج سے نیچے اتر گیا۔

وہ دونوں اپنی ٹیبل پر آ گئے تو ہانیہ خاموشی سے نرگس پھپھو کے پاس بیٹھ گئی۔ کرن اور سعد بے چارے اپنی طبع کے برخلاف خاموشی سے ایک کونے میں ماں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ یقیناً" ملا نے انہیں کوئی لفٹ نہیں کرائی تھی۔ وہ لوگ حالیہ واقعہ سے لاعلم بیٹھے تھے۔

"آپ لوگ مزید بیٹھیں گے ابھی؟" اس کے تیور اور کسی کو تو نہیں ہانیہ کو ضرور سمجھ میں آ رہے تھے۔ وہ خفیف سی یوں ہی چہرہ گھما کر اسٹیج کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔ ہاتھ لگانے تھوڑی آئے تھے ہم۔" نرگس پھپھو نے ناراضی سے کہا۔

"یہاں منہ لگانے کے قابل بھی کوئی نہیں ہے۔" بے اختیاری وہ تلخی سے کہتا نرگس پھپھو کا رنگ فق کر گیا۔

ہانیہ کو اس کے الفاظ اچھے تو نہیں لگے مگر فی الحال علی کے بے ہودہ فقرے کے زیر اثر وہ یہ سب سننے پر مجبور تھی۔ وہ یہیں علی کا کہا جملہ اگل رہا تھا؟

"تعالی۔۔۔ دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟" پھپھو بمشکل کہہ پائیں۔

تب تک وہ چھوٹے بھائی بہن کے خیال سے خود کو سنبھال چکا تھا۔

"بہت تھک گیا ہوں میں امی! اتنے دنوں سے بھاگ دوڑ میں لگا ہوا ہوں۔"

وہ فوراً" ہی ماں کے شانوں کو دباتا نارمل ہو گیا مگر پھپھو کو بہو کے سامنے اس کے بولے ہوئے الفاظ سخت معیوب لگے تھے۔ سو وہ فوراً" ماننے کے حق میں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔

کھانے کے دوران ملا ان کی طرف آ گئیں۔ "ٹھیک طرح سے کھائیں آپ لوگ۔"

انہوں نے شاید بیٹی کا تھوڑا سا خیال کر ہی لیا تھا۔ ہانیہ نے ہلکا سا سکون محسوس کیا۔ ورنہ ملا تو سب پر یوں ہی ظاہر کر رہی تھیں جیسے فقط سعدیہ آپی اور زونیہ ہی ان کی اولادیں ہیں۔

"ویسے بھابھی۔۔۔ آپ کی فیملی میں لوگ بولتے بہت کم ہیں۔ میں تو جب سے آیا ہوں' کسی سے بات کرنے کو ترس گیا ہوں۔" سعد نے کھانے کے درمیان اسے شرمندہ کر دیا۔ اوپر سے عباد کی طنزیہ نگاہیں۔

"تمہیں جو عادت ہے بے وقت بولنے کی۔ تمہاری تو زبان اکڑ گئی ہوگی۔" کرن نے اس کی بات کو ہوا میں اڑایا۔

"ہاں۔۔۔ بیٹا! ٹھیک طرح سے کھاؤ نا۔" نرگس پھپھو اسے بے دلی سے بریانی میں چمچ گھماتے دیکھ کر نرمی سے بولیں۔

"جی۔۔۔"

عباد نے ان کے کہنے کے باوجود ایک لقمہ بھی نہیں چکھا تھا۔ نکس گیدرنگ تھی۔ یقیناً" مرد و زن کی تخصیص نہ ہونے کے باعث ہی عباد نے قدرے کونے میں نشست جمائی تھی۔

"بڑی جلدی فارغ ہو گئے تم۔" پاپا نے بالآخر عباد کو آ لیا تھا۔ ان کے کوئی دیرینہ دوست بڑے سالوں کے بعد ملے تھے' ابھی انہوں نے چھوڑا تھا۔

"جی۔۔۔ اور آپ نے کھانا کھالیا ہے۔" وہ ٹوپ سے کھڑا ہوا تو ہانیہ کو بہت اچھا لگا۔ اس نے ابھی تک معیز بھائی اور علی کو پاپا کا اتنا ادب و احترام کرتے نہیں دیکھا تھا۔

"ارے یار۔۔۔ ہم کہاں کھا سکتے ہیں یہ مرغن لوازمات۔ ہمارا تو پرہیزی کھانا ہوگا۔" پاپا مسکرائے تو وہ بے چین ہونے لگی۔ پھر رک کے انہیں دیکھا۔

"پاپا۔۔۔ آپ نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کھایا؟"

"ارے۔۔۔ یہ تو بولتی بھی ہیں۔" سعد نے کرن کی طرف جھک کر حیرت سے سرگوشی کی تو اس نے گھورا۔

"بس۔۔۔ ابھی گھر چل کے لوں گا کچھ۔"

"گھر میں کسی نے کیا بنا کے رکھا ہوگا پاپا! اور اتنے دنوں سے تو لکھنؤ چل رہے ہیں تو۔۔۔ آپ نے؟" وہ بے چین ہو اٹھی۔ ماما نے اتنی زحمت کہاں کی ہوگی کہ شوہر کے لیے الگ سے پرہیزی کھانا بناتیں۔

"اب اتنا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ماں ڈول! ذرینہ سے اپنی پسند کے پرہیزی کھانے بنوا کے کھا رہا ہوں میں۔" انہوں نے کل وقتی ملازمہ کا حوالہ دیا تو وہ کچھ مطمئن ہوئی۔

"ہم ابھی نکل رہے ہیں ماموں جان! آپ چلیں نا ہمارے ساتھ۔ میں نے بھی کچھ ٹھیک سے نہیں کھایا۔ گھر جاکے ذرا انجوائے کرتے ہیں۔" عباد نے بڑی خوش اخلاقی سے کہا۔

"ارے بھئی۔ تمہارے لیے تو دعوت عام ہے۔ جو جی چاہے کھاؤ۔" پاپا ہنسے۔

"اتنے دنوں سے یہی چٹ پٹا کھانا کھا رہا ہوں۔ طبیعت بوجھل ہو رہی ہے۔ کچھ لائٹ سا کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"اور وہ ہانیہ کے ہاتھ کا پکا کھانا ہی ہو سکتا ہے۔ کیوں ہانی!" پاپا کا ہاتھ شفقت سے اس کے سر پہ ٹھہرا تو اس کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی۔

"جی پاپا کیوں نہیں۔" پاپا اور نرگس پھپھو واپسی پر سب سے اسٹیج پر مل کے آگے بڑھ گئے۔

ماما اور سعدیہ آپی تصویریں اتروانے میں مصروف تھیں انہیں ہانیہ سے ملنے کا ذرا خیال نہ آیا۔

ہانیہ کو اپنی شادی کے لمحات یاد آ گئے۔ ماں بہنوں کو اس طرح اس نے کسی بھی وقت اپنے آس پاس محسوس نہیں کیا تھا۔

"اب چلیں بھی پر ہو یا گاڑی یہیں لے آؤں؟" عباد کی آواز پر وہ گڑبڑا کر حواس میں لوٹی۔ پاپا اور پھپھو شاید نکل چکے تھے۔

ہانیہ نے ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے پہ ڈالی۔ پاپا کے سامنے وہ اور ہی عباد ہوا کرتا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔

کتنا جی چاہ رہا تھا کہ ماما اسے گلے لگا کے رخصت کرتیں۔ ذرا سی مزید ٹھہرنے کا اصرار کرتیں۔

اس کی سیاہ آنکھوں کی سطح پر نمی سی پھیلنے لگی۔ منظر کچھ دھندلا سے گئے۔ پاؤں کسی چیز سے رپٹا تو وہ سیڑھیوں سے گرنے کو ہوئی مگر کسی مہربان ہاتھ کی گرفت نے اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لے کر سنبھال لیا۔

پارکنگ تک وہ کسی ننھی بچی کی مانند اس کے ساتھ یوں ہی چلتی ہوئی آئی۔ پھپھو کرن اور سعد گاڑی میں بیٹھے تھے۔ جبکہ پاپا پاس کھڑے پھپھو سے باتوں میں مصروف تھے۔

وہ بے اختیار اپنا بازو چھڑا کر پاپا کی طرف بڑھی۔

"گاڑی میں بیٹھیں نا پاپا!" پاپا نے ہنستے ہوئے اس کا سر سینے سے لگا کر چوم لیا۔

"وہ تو مذاق تھا بیٹا! ابھی میں گھر جاکر کھانا کھاؤں گا اور پھر ریسٹ کروں گا۔"

"پاپا پلیز۔ سب تو ابھی یہیں ہیں۔ آپ اکیلے گھر میں۔" وہ بے چین سی ہونے لگی۔

"تو کیا ہانی! جہاں اتنی عمر تنہا گزاری ہے وہاں تھوڑی اور سہی۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولے تو اسے رونا آنے لگا۔

"چلیں نا ماموں جان! کچھ دن وہاں چل کے رہیں۔" عباد نے بھی اصرار کیا۔

"سفر کافی لمبا ہے یار! ابھی طبیعت اجازت نہیں دے رہی۔" انہوں نے عباد کا شانہ تھپتھپایا اور پھر اسے گلے سے لگالیا۔

"ہانی کا خیال رکھنا۔ یہ میری سب سے پیاری بیٹی ہے۔ بہت دھیمی طبیعت کی اور فرماں بردار۔"

ہانیہ کا دل بھر آنے لگا۔

پاپا کو واقعی اس سے بہت محبت تھی۔ ورنہ کیا انہوں نے یہ الفاظ علی سے زونیہ کے متعلق کہے ہوں گے۔ (اور وہ جانتے تھے کہ زونیہ کو اپنا خیال کروانا خوب آتا ہے۔)

اور ماما۔۔۔

انہوں نے ایک دفعہ بھی ہانیہ سے گھر چلنے کو نہیں کہا تھا۔ حالانکہ مکلاوے کی رسم باقی تھی۔ رسم نہ سہی دنیاداری ہی سہی۔ مگر وہ ایسی مصروف تھیں کہ ایک ہی بیٹی انہیں یاد تھی اور اس کی ماڈرن سسرال۔

ہانیہ بہت بوجھل دل کے ساتھ واپس گئی تھی۔

✿ ✿ ✿

اگلا روز قدرے پرسکون تھا۔ شادی کا ہنگامہ تھما تو مہمان اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ ماما کا فون آیا۔

"تم کل آجاتیں عباد کے ساتھ۔ زونی تو کل ہمارے ساتھ ہی آگئی تھی۔" ہانیہ کو رونا آنے لگا تو وہ ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"بہت جلدی یاد آگیا آپ کو۔"

"تم خود ہی اپنے شوہر کا دم چھلا بنی ہوئی تھیں۔ ہمارے ساتھ بیٹھ کر ہنستی بولتیں تو ہمیں بھی پتا لگتا کہ ہماری بیٹی آئی ہے۔" ماما ادھار تو رکھتی ہی نہیں تھیں۔

"وہاں ہنسنے بولنے کو تھا ہی کیا۔ بولنے تک کی تو تمیز نہیں تھی علی کو۔"

ہانیہ کڑھی تھی مگر ماما شاید کل والے معمولی اثر سے نکل چکی تھیں۔

"اب بس کرو ہانی! بہنوئی تو سالیوں سے نجانے کیسے کیسے مذاق کرلیتے ہیں۔ علی نے ایک ذرا سا جملہ کیا کہہ دیا تمہارے گنوار شوہر نے قیامت ہی اٹھا دی۔ علی بھی بعد میں باتیں سنا رہا تھا۔"

"تو اسے ضرورت ہی کیا تھی اتنا فضول بولنے کی۔" ہانیہ اس بحث سے اکتا سی گئی۔

"ہاں بھئی۔ اب تم تو انہی دقیانوسی لوگوں کی زبان بولوگی۔ دو دن ہوئے نہیں کہ سب بھول گئیں۔"

ماما کے طعنے نے اسے کیا کچھ یاد نہیں دلایا تھا۔ اس کا دل یک لخت ہر بات سے اچاٹ ہو گیا۔

"میں پھر کسی دن آؤں گی ماما! ابھی میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔"

"کیا ہوا طبیعت کو؟" ماما کی بات درمیان میں ہی تھی کہ فون سعدیہ آپی نے جھپٹ لیا۔

"ابھی دو روز ہوئے ہیں شادی کو اور تمہاری طبیعت بھی خراب ہو گئی؟"

سعدیہ آپی بے تکا بولی تھیں۔ ہانیہ کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔

"تم نے پاس بھی کیوں آنے دیا اس اجڈ گنوار کو۔ ذرا سی شکل ہی تو اچھی ہے بس۔ مینرز کی تو ابجد بھی نہیں آتی ہوں گی اسے۔ ایزد کو بھول گئیں ہانی! کیسے دم بھرتا تھا تمہارا۔" ہانیہ گنگ سی رہ گئی۔

"جلدی سے اس جھنجھٹ کو ختم کرو ہانی! تمہاری من پسند زندگی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ ہم سب ہیں نا تمہارا ساتھ دینے کو۔ پاپا کی فکر مت کرنا۔ ایزد تمہارے انتظار میں ہے۔ دیکھنا ہاتھ کا چھالا بنا کے رکھے گا تمہیں۔"

اس کی کیفیت عجیب سی ہونے لگی۔

✿ ✿ ✿

اگلے روز نرگس پھپھو کے کہنے پر وہ لاہور جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی جب وہ تپا تپا سا کمرے میں آیا۔

وہ بالوں کو ڈرائیر سے خشک کر رہی تھی۔ اسے آئینے میں دیکھ کر بھی انجان سی بنی رہی۔

مگر وہ شاید اسی سے دو دو ہاتھ کرنے آیا تھا۔

"پیا کے اب یہاں آگئی ہو تو یہ 'روز' 'روز' جانے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"'روز' 'روز'؟" ہانیہ کو برا لگا۔ تڑپنے میں اسے گھور کر کہا۔

"میرے خیال میں شادی کے بعد آج میں پہلی دفعہ جا رہی ہوں۔"

"تک تو کوئی نہیں بنتی نا۔ جہاں چاہتیں نہ ہوں، وہاں خود سے نہیں جایا کرتے مسز ہانیہ وقار۔"

وہ جتانے والے انداز میں بولا۔ تو ہانیہ یوں تڑپ کے اٹھی۔

"پھر تو مجھے یہاں بھی نہیں آنا چاہیے تھا۔" لمحہ بھر اسے دیکھنے کے بعد وہ آرام سے بولا۔

"یہ تو تم پہلے سوچتیں۔ اب تو آچکیں۔"

"غلطی ہو گئی۔ میری زندگی کی سب سے بڑی سوچی سمجھی غلطی۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"اگر ابرو سکندر کا ساتھ ہوتا تو زندگی کا یہ رنگ ہوتا؟" وہ سوچ کر رہ گئی۔

"تم جب چاہو اپنی غلطی سدھار سکتی ہو۔" طنز و تلخی سے بھرپور جواب نے ہانیہ کو سلگا دیا۔ یہ کٹ کر پنجرہ کھولنے اور رہائی کا اعلان کرنے والا صیاد۔

"وہ تو میں ضرور ہی سدھاروں گی عباد رضا!" اس کی طرف پلٹتے ہوئے ہانیہ کا لہجہ بھی تلخ تھا۔

"ضرور۔" عباد نے فی الفور کہا۔ "اگر ابھی ہو سکے سدھار رہی ہو تو امی سے کہو تم میرے بجائے سعد کے ساتھ جانا پسند کرو گی۔ میں وہاں جانا نہیں چاہتا۔" اس نے دل کی بات کہہ دی تھی۔

"میں کسی کے بھی ساتھ جانا پسند نہیں کرتی۔ مجھے گاڑی میں بٹھا دو میں اکیلی بھی جا سکتی ہوں۔ پاپا کو بھی تو پتا چلے تمہاری یہ تمام فرماں برداری اور اچھائی کا۔" وہ چیخی۔

عباد نے بے اختیار انگشت شہادت اٹھائی اور وارننگ دینے والے انداز میں بولا۔

"بی ہیو یور سیلف ہانیہ۔ ایسا لہجہ مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔"

"تمہیں کرنا پڑے گا۔ میں تم سے ایسے ہی بات کروں گی۔" اس کا انداز ضدیلا تھا۔

"میں نے تمہیں کیا سوچا تھا اور تم۔۔۔" بے اختیار متاسفانہ انداز میں کہتے ہوئے وہ ایک دم رک گیا۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کافی تمیز سکھانی پڑے گی تمہیں۔"

"میرا بھی تمہارے بارے میں یہی خیال ہے۔" ہاتھوں کا مساج کرتے ہوئے ہانیہ کا لہجہ جتانے والا تھا مگر وہ یوں تپے گا ہانیہ کو ایک فیصد بھی اندازہ ہوتا تو بولنے سے پہلے سو دفعہ سوچ لیتی۔

جب وہ حواس میں آئی تب تک عباد اسے اسٹول سے اٹھا کر بیڈ پر پھینک چکا تھا۔ اس کے قریب جھکتے ہوئے عباد کا لہجہ کافی سلگتا ہوا تھا۔

"کافی سے زیادہ بدتمیز ثابت ہو سکتا ہوں میں۔" کہتے ہوئے وہ رکا۔ اس کی گرم سانسوں نے ہانیہ کے رخسار کو چھوا۔ وہ ساکت سی تھی۔ وہ دوبارہ بولا۔

"مگر تم میں ابھی وہ بات ہی نہیں۔" بے حد دھیما نرم مگر حقارت بھرا لہجہ یا شاید ہانیہ کو ہی اس کے لفظوں نے تحقیر کا احساس دلایا۔ وہ ہڑبڑا کر حواس میں لوٹی تھی۔

"تم۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔"

"اندازہ کر لو اب کہ میں کیا کیا کر سکتا ہوں اور باہر جا کے امی سے کہہ دو کہ تم کسی قیمت پہ میرے ساتھ لاہور نہیں جاؤ گی۔" اطمینان سے کہتا وہ اسے بستر سے اٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ جلتی کلستی وہ بستر سے اتری تو وہ تکیہ اٹھا کر بیڈ کے وسط میں رکھتا خود سیدھا لیٹ گیا۔

"جاؤں گی تو میں ہر قیمت پر تمہارے ہی ساتھ۔" دانت پیستے ہوئے اس نے سوچا اور تیار ہو کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ لاؤنج میں زینی اور کرن باتوں میں مصروف تھیں۔ زینی کی نگاہ کا کیلا پن ہانیہ کو صاف محسوس ہوا تھا مگر وہ نظر انداز کرتی کرن کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"پھپھو کہاں ہیں؟"

"امی تو نہا رہی ہیں۔ آپ بیٹھیں۔" کرن نے بتاتے ہوئے آفر کی تو وہ کچھ سوچ کر یہاں بیٹھ گئی کہ کرن اس کے دائیں جانب اور زینی بالکل سامنے بیٹھی تھی۔

"عباد کہاں ہے؟" ٹانگ پہ ٹانگ جمائے شاہانہ سے انداز میں بیٹھی زینی نے جس طرح اس سے پوچھا اس نے ہانیہ کو جی بھر کے سلگایا۔

"کمرے میں ہے۔ تم نے نہیں دیکھا جاتے ہوئے؟" ہانیہ نے بھی قدرے تیکھا انداز اپنایا۔

"کمرے میں کیا کر رہا ہے؟ مجھے میری دوست کے گھر لے کے جانا ہے اس نے۔" زینی کا استحقاق بھرا تیز لہجہ۔

"اچھا تب ہی وہ لاہور نہیں جانا چاہ رہا۔" اس نے کلس کر سوچا۔

"میں دیکھتی ہوں شاید امی نہا چکی ہوں۔" کرن بعجلت اٹھی۔ اس کا ارادہ یقیناً پھپھو کو جلدی سے یہاں بلانے کا تھا۔

"ابھی تو فی الحال وہ ریسٹ کر رہا ہے۔" ہانیہ بھی مقابلے پر اتر آئی۔

عباد سے دلی وابستگی نہ سہی مگر زینی کے انداز بہت دل جلانے والے تھے۔ اسے تو وہ سیدھا کر کے ہی چھوڑتی۔

"یہ ریسٹ کرنے کا کون سا ٹائم ہے؟" زینی نے ناگواری سے کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"وہ اب میرا ہے زینی! جب ٹائم ملے گا تب ہی ریسٹ کرے گا نا۔" لمحے بھر کو زینی کی بولتی بند ہوئی۔ یکدم وہ تیزی سے اٹھی۔

"میں ابھی دیکھتی ہوں اس کو۔ میں نے کہا بھی تھا اسے کہ آج مجھے لازمی جانا ہے۔" زینی کا انداز جارحانہ تھا۔

"بیڈ روم میں مت جانا زینی! ہاں وہ باہر آئے تو تم اس سے جو بھی چاہے بات کر سکتی ہو۔"

وہ بڑے اطمینان سے اس کی حدود واضح کر رہی تھی۔ زینی کے بگڑتے ہوئے تاثرات دیکھ کر اس کے اندر سکون اترنے لگا۔

"ابھی نئی شادی ہے نا اس لیے روٹین ڈسٹرب ہے۔ باتوں باتوں میں آدھی رات گزر جاتی ہے۔ بے وقت نیند تو آئے گی ہی۔"

اس نے مزید بے پر کی چھوڑی۔ انداز میں اتراہٹ سی تھی مگر وہ ابھی جی بھر کے زینی کے تاثرات سے حظ بھی نہ اٹھا پائی تھی کہ عباد کی آواز نے بم کا سا دھماکا کر دیا۔

"ہاں۔ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ تمہیں بھی تو اتنی مشکلوں سے جگایا ہے میں نے۔"

بے تکلف سا لہجہ ہانیہ کو مذاق اڑاتا ہوا محسوس ہوا وہ عباد سے نگاہ نہ ملا پائی تھی۔ اس پر مستزاد وہ ہانیہ کے بالکل ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ ہانیہ کا بایاں پہلو جلنے لگا۔

"بیٹھو نا زینی! کہاں جا رہی ہو؟"

"میں نے تم سے کہا تھا آج مجھے ہر حال میں میمونہ کے گھر جانا ہے۔" زینی نے غصے سے کہا۔

"چپ۔ کم آن۔ لے چلتا ہوں نا۔ غصہ کیوں ہو رہی ہو؟" صوفے کی پشت پر اس نے بازو پھیلایا تو اس کا ہاتھ ہانیہ کی گردن چھونے لگا۔ ہانیہ کی دھڑکن منتشر سی ہوئی۔

زینی کے کھنچے ہوئے تاثرات کو مسکراہٹ نے ایک دم سے بدل دیا تھا مگر پھپھو وہاں آچکی تھیں۔

"فی الحال تو تمام پروگرام کینسل کرو کیونکہ ہانیہ نے میکے جانا ہے۔"

"امی پلیز! اسعد بھی تو ہے نا۔" زینی نے یوں کہا جیسے وہ عباد کے نہیں سعد کے نکاح میں ہو۔

"تم اپنی فرینڈ کے گھر سعد کے ساتھ جا سکتی ہو مگر میں اپنے میکے اپنے شوہر کے بغیر نہیں جا سکتی۔" ہانیہ نے قطعیت سے کہا۔ زینی نے پاؤں پٹخے۔

"تم بدل گئے ہو عابی! آئی ہیٹ یو۔" وہ بھاگنے کے سے انداز میں پلٹ گئی۔

"زینی رکو۔ زینی۔" عباد نے اسے آوازیں دیں مگر اپنی جگہ سے اٹھا نہیں تھا۔

"جانے دو اسے۔ خوا مخواہ میں بات بڑھائے

گی۔" پھپھو نے عباد کو گھورا۔

"آپ بھی نا بے چاری کا دل مت دکھائیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ ہانیہ کو اس کی آواز سے بنا دیکھے ہی پتا چل گیا۔

"جو دل تمہارے حوالے کیا ہے نا تم بس اسی کا خیال رکھو۔ اور ابھی تک تیار نہیں ہوئے تم؟" پھپھو نے تنبیہی انداز میں کہتے ہوئے اس کا جائزہ لیا۔

"ان کا تو پکا ارادہ تھا شاید "میمونہ صاحبہ" کے گھر جانے کا۔" ہانیہ نے طنزیہ کہا تو وہ زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"سویٹ۔" صوفے کی پشت پر پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں نے ہانیہ کے رخساروں کو چھوا تو وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

پھپھو تولیے سے رگڑ رگڑ کر بال خشک کرتیں عباد کو ڈانٹ رہی تھیں۔

"اٹھو بھی جاؤ اب۔ بچی بے چاری گھر والوں سے ملنے کو تڑپ رہی ہے اور تم اپنے ڈراموں میں مگن ہو۔"

"بچی سے بھی پوچھ لیں۔ یہ بھی میرے ساتھ جانا چاہتی ہے یا نہیں، ورنہ سعدی چھوڑ آئے گا۔"

وہ ماں سے مخاطب تھا۔ بظاہر سادہ لہجہ مگر طنز ہانیہ جیسے والی خوب بھانپ رہی تھی۔

"میں آپ جناب ہی کے ساتھ جاؤں گی۔ کیونکہ میں یہاں آپ ہی کے ساتھ آئی ہوں۔"

زینی کے حوالے تو ہرگز نہیں کروں گی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچ کر طنزیہ کہا تھا مگر وہ جھوم جھوم گیا۔

"دلہن ہی اگیا باادب، بھولائی ہیں۔ اس قدر عزت و احترام سے ہلکان نہ ہو جاؤں کہیں میں۔"

پھپھو نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔ "دو منٹ میں تیار ہو کے آؤ۔ بھائی صاحب کا دو بار فون آ چکا ہے۔"

بابا کے فون کا سن کر وہ اندر تک مضطرب ہو گئی۔

پھپھو کا حکم نامہ پا کر عباد اٹھ کر تیار ہونے چلا گیا مگر کافی دیر بولنے میگزین کی ورق گردانی کرتے اور کرن کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے جواب دیتی جب وہ اکتا گئی تو ان کے کمرے میں آئی۔ صاحب بہادر نہا دھو کے فریش ہو کر ٹراؤزر اور بنیان میں ملبوس گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے فون کال بھی نپٹا رہے تھے۔

ہانیہ کا دل بے زار ہونے لگا۔ وہ اٹھ کر میکے جانا چاہتی تھی مگر یہاں فوری طور پر ان کے کوئی تاثرات دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وہ لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ تازہ ہوا اور پھل دار درختوں اور پھولوں کی مہک نے موڈ قدرے بہتر کیا تھا۔

"کم آن یار۔ ایک تو تم لڑکیوں کے دل بڑے نازک ہوتے ہیں، بات بات پہ ٹوٹنے کو تیار۔"

ہانیہ کا دھیان ایک دم اس کی طرف گیا، جو بڑی بشاشت سے اپنا تجزیہ پیش کر رہا تھا۔

"دیکھو زینی! ابی کا حکم ہے اور تمہیں پتا ہے نا ان کا حکم میں ٹال نہیں سکتا۔" کمرے میں چلتا پھرتا شرٹ پہنتا بال بناتا وہ اس انداز میں محو گفتگو تھا جیسے کمرے میں اکیلا ہی ہو۔

ہانیہ کا دل سلگا۔ اور کبھی میں جو اسے ایبڈ سکندر کے بارے میں ایک لفظ بھی بتاؤں تو لمحہ بھر لگائے یہ مجھے میکے بھجوانے میں۔

وہ بیڈ پہ بیٹھ کے جھکا ہوا بوٹ پہن رہا تھا۔

"اب چھوڑو بھی ، یہ فضول کال۔ لیٹ ہو رہے ہیں ہم۔" اس نے عباد کے سر پہ کھڑے ہو کر اونچی آواز میں کہا۔ وہ تو چونکا ہی، مگر جس کو سنانا مقصود تھا اس نے بھی اچھی طرح سن لیا۔

"بعد میں بات کروں گا زینی! ابھی مجھے نکلنا ہے۔" اسے تنبیہی نگاہ سے دیکھتے ہوئے عباد نے بات ختم کرنا چاہی مگر دوسری طرف زینی یقیناً غصے میں تھی۔

"کم آن زینی۔ کسی کے کہنے سے تمہاری اہمیت ختم تو نہیں ہو جاتی نا۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"او کے۔ او کے۔ سمجھاؤں گا میں۔ تم اپنا موڈ ٹھیک کرو پھر بات ہو گی۔ اللہ حافظ۔"

موبائل جیب میں ڈالتا وہ اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ہانیہ قطعاً نہ گھبرائی۔

"اینی کینسلس، منٹ۔ کبھی ان کے بارے میں پڑھا تو ہو گا تم نے؟"

بہت نرمی سے پوچھا گیا۔

"مجھے ہر قسم کے لوگوں سے نپٹنا آتا ہے۔ انڈر اسٹینڈ؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس پہ اپنی جرأت عیاں کرنا چاہتی تھی۔

"اچھا۔۔۔" وہ تمسخر سے ہلکا سا مسکرایا، پھر دفعتاً اس کی کلائی تھام کر بولا۔

"مثلاً اب مجھ سے کیسے نپٹ سکتی ہو تم؟" ہانیہ اس کی اس حرکت کے لیے تیار نہیں تھی۔ گھبرا سی گئی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔"

"نہ چھوڑا تو کیا کرو گی۔۔۔ شور مچاؤ گی؟" وہ اس کا مذاق اڑاتا انداز۔

ہانیہ نے خود کو لپیٹے میں ہارتا محسوس کیا۔ وہ تو بڑے ہی اس ہینڈسم پر رعب ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر یہاں تو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔

"شوہر کے ساتھ ایسی ضد اور چیلنج کرنے والی باتیں نہیں کرتے مسز!" جتانے والے انداز میں کہہ کر اس نے ہانیہ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پلٹ کر اپنی بال باندھ تیاری مکمل کرنے لگا۔

وہ بھولی سی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

☆ ☆ ☆

گھر پہنچ کر وہ ماما اور بابا سے ایسے ملی جیسے صدیوں بعد لوٹی ہو۔

ماما کا انداز عباد کے ساتھ کھنچا کھنچا سا تھا۔ جس نے آج ہانیہ کو بڑا سکون پہنچایا۔

اچھا ہے۔ اسے اس کی اوقات پتا چلتی رہنی چاہیے۔

بابا عباد کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تو وہ ماما کے ساتھ کچن میں آ گئی۔

عباد کے کھانے پینے کے لیے ملازمہ کو ہدایت دے کر وہ ہانیہ کو اپنے کمرے میں لے آئیں۔

"اب بتاؤ۔ دیکھ لیا اپنی فضول فرماں برداری کا نتیجہ۔ کیسے جاہل اور گنوار لوگوں میں جا پھنسایا ہے تمہارے باپ نے تمہیں۔" ماما نے کہا تو کھول لیا تھا۔ وہ مل جانے کے باوجود ماما کی غلط فہمی دور نہ کر پائی کہ کرن اور سعد دونوں اسکالرشپ لے کر پڑھ رہے تھے۔ اس کی خاموشی نے ماما کے غصے کو اور بڑھاوا دیا۔

"یہ سب اس شخص نے میری مخالفت میں کیا ہے اور بس۔ اگر میں اس رشتے پر راضی ہو جاتی تو وہ خود انکار کر دیتا۔" وہ عباد کو سو دفعہ کو ستیں مگر بابا کو ایک دفعہ بھی کوسا تو ہانیہ سے برداشت نہیں ہوا۔

"دفع کریں ماما! جو ہونا تھا ہو گیا۔ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔" وہ آزردہ تھی۔ ماما اسے جھڑکنے لگیں۔

"تم ہی بے وقوف ہو۔ ایک بار اسٹینڈ لے لیتیں پھر میں دیکھتی کوئی کیسے تمہاری مرضی کے بغیر فیصلہ کرتا ہے۔ باپ کی ایموشنل بلیک میلنگ کا شکار ہو گئیں تم۔"

ماما اب زوبی کی خوشیوں کی تفصیل بتانے لگیں۔

"زوبی کو دیکھو۔ اپنی مرضی کا ساتھی چنا اور اب عیش کر رہی ہے۔ ساس نندوں کی ہمت نہیں اس کے مقابلے میں آنے کی۔ بیٹے کے ماتھے کے بل دیکھ کے چلتی ہیں وہ۔ اور علی تو اتنے ناز اٹھاتا ہے زوبی کے کہ حد نہیں۔"

ہانیہ خود ترسی کا شکار ہونے لگی۔

اسے زینب عرف زینی یاد آ گئی۔ ابھی اس نے ماما کو اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ ورنہ ماما شاید اسی پھیرے میں اسے طلاق دلوا دیتیں۔

"خیر۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ سعدیہ بڑی تعریفیں کر رہی ہے ایبڈ کی۔ اس سے رابطہ کرو۔ فیوچر پلاننگ کرو کچھ۔" ماما کے مشورے مفت تھے۔

"ایک بار ہمت کرو اور نکل آؤ اس دلدل سے ہانی! چند دنوں میں جو اتر کے رہ گیا ہے تمہارا ایسا روپ ہو اکر آیا ہے۔ مصاحبوں کا بھلا۔"

ماما مسلسل اس کی نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے تھیں۔ ہانیہ کے دل میں موجود عباد کے خلاف بے زاری اور

بڑھی۔
عباد اسے چھوڑ کے جانے والا تھا۔ مگر پاپا نے اسے بصد اصرار رات روک لیا۔ سو وہ بھی بھر کے بد مزا ہو گئی۔

رات کھانا کھانے کے بعد وہ پاپا کے ساتھ آدھا گھنٹہ لان میں واک کرنے کے بعد سونے کے لیے کمرے میں چلا گیا۔ جبکہ ہانیہ، ماما کے ساتھ ٹی وی کے آگے بیٹھ گئی۔

"یہ ہوتے ہیں گاؤں کے گنوار۔ کھانا کھاتے ہی بستر پہ گر جانے والے۔"

پاپا ابھی ان کے پاس آکے بیٹھے ہی تھے کہ ماما نے حقارت سے کہا۔ ہانیہ خفیف سی ہو گئی مگر بولی کچھ نہیں۔ پاپا کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

"رات دو بجے تک ٹی وی دیکھ کر صبح دس بجے اٹھنے والوں کو اگر ماڈرن کہا جاتا ہے تو لعنت ہے ایسے ماڈرن ازم پر۔ وہ صحیح تمیزدار بچہ ہے۔ رات جلد سونے اور صبح فجر کے لیے اٹھنے والا۔ حق حلال کمانے کے لیے دن بھر محنت کرنے والوں کو یوں ہی نیند آیا کرتی ہے۔"

"ہونہہ۔" ماما نے کھسیا کر سر جھٹکا۔

"اگر یہاں رہنا خوشی ہے تو پھر تمہیں اس طرح کے فضول فتوے دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ جو ہے جیسا ہے اب ہانیہ کا شوہر ہے اور اس کے متعلق بات کرتے ہوئے تم اپنی بیٹی کے جذبات کا بھی خیال کر لیا کرو۔"

"پاپا پلیز۔ بس کریں نا۔ ماما تو ایسے ہی۔ بات کر رہی ہیں۔"

ہانیہ نے ان کی طبیعت کے پیش نظر انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"رہنے دو تم۔ اپنے میکے والوں کا یہ ایسا ہی شیدائی ہے۔ سوتیلی بہن کے بچوں کے لیے پیار امڈ امڈ کے آتا ہے اور اپنے بچوں کی خوشیاں نظر نہیں آتیں۔" ماما تنک کر بولیں۔

"تم بے فکر رہو۔ سوتیلا ہی سہی مگر وہ علی اور سعد سے بڑھ کے سگا ثابت ہو گا۔" پاپا کو اس پر بھرپور اعتماد تھا۔

"پاپا پلیز۔ انہیں ریسٹ کرنے دیں اب۔ تھک گئے ہوں گے۔"

ہانیہ نے اس طویل اور بے مقصد لڑائی سے گھبرا کر باپ کا بازو تھام لیا تو وہ بھی فوراً اٹھ گئے۔

"واقعی۔ یہاں بیٹھ کر تو میں صرف تیسرے ہارٹ اٹیک کو ہی آواز دے رہا ہوں۔"

"دیکھا۔ دیکھا اپنے باپ کی زبان کو۔ بیوی نہیں دشمن ہوں میں اس کی اور باقی سب سگے ہیں اس کے۔" پاپا کے پیچھے وہ چلا رہی تھیں۔

ہانیہ نے بمشکل انہیں معتدل کیا۔

"تم بس فوراً اس سے علیحدگی کا فیصلہ کرو ہانیہ! میں مزید یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتی۔"

ماما نے قطعیت سے کہا تو وہ بد دلی کے ساتھ اٹھ آئی۔ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو نائٹ بلب کی مدھم روشنی نے استقبال کیا۔

وہ ٹھٹک گئی۔

اس کے بیڈ پر عباد بڑے استحقاق کے ساتھ سو رہا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے لاؤنج کے سین یاد آ گئے۔ کس طرح اس شخص کی وجہ سے اس کے ماں باپ کا رشتہ خراب ہو رہا تھا اور یہ بندہ کتنے مزے سے سو رہا تھا۔

ہانیہ کے دل میں انتقامی جذبات بیدار ہونے لگے۔ اس نے آگے بڑھ کے لائٹ آن کر دی۔

نتیجہ حسب توقع تھا۔ وہ کسمسا کر جاگا پھر ناگواری سے ہانیہ کو دیکھا۔

"اس وقت کون سے موتی پرونے لگی ہو تم؟"

"یہ میرا کمرا ہے۔"

وہ جتانے والے انداز میں کہتی الماری کی طرف بڑھی اور اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

"تو کیا کرنا چاہیے مجھے۔ کسی ہوٹل میں چلے جانا چاہیے؟" اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ ہانیہ کو جھنجھلانا پڑا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا مگر کم از کم میں یہاں تو اپنی مرضی کر سکتی ہوں۔"

"اچھا۔" وہ تمسخر سے بولا۔ "وہاں تو جیسے تم میرے آرڈرز میں ہو۔"

وہ کپڑے نکال کے پلٹی اور رک کر بولی۔

"مجھ پہ رعب جمانے کا سوچنا بھی مت۔"

"میں رعب ڈال کے عزت کروانے پر یقین نہیں رکھتا اور نہ ہی تم سے توقع۔"

وہ اطمینان سے کنارا پکڑ کر تیقن سے بولا۔

"تمہیں تمہاری ماما کی گھٹی ہے نا؟ بالکل ویسی باتیں کر رہی ہو۔"

ہانیہ کو غصہ آیا۔ "مجھے بدتمیزی پر مجبور مت کرو۔"

وہ اٹھا اور بیڈ سے پاؤں لٹکا کے بیٹھ گیا۔ "یعنی اپنی دانست میں ابھی تک تم میری عزت کرتی آ رہی ہو؟" وہ حیران ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔

"اور تم۔ تم جو میری عزت کروا رہے ہو۔" وہ پلٹ کر غرائی۔ "وہاں ایک عدد منگیتر پال رکھی ہے جو بیوی سے زیادہ حق جتاتی ہے تم پہ۔ یہ ادب ہوتا ہے سہاگنوں کا؟" اس نے تلخی سے کہتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کیا۔

ماما کی جلی کٹی کا اثر تھا جو وہ الٹا سیدھا بول گئی۔

عباد کی آنکھوں میں حیرت اتری۔ ننگے پاؤں چلتا اس کے مقابل کھڑا ہوا تو ہانیہ کو اس کی مسکراہٹ بھی نظر آئی۔

"صحیح کہا۔ یہ تو بالکل کنواریوں والا ادب ہے۔"

اس کی نظریں ہانیہ کو اپنے چہرے پر پھسلتی محسوس ہوئیں۔ اس کا کہا اچھی طرح سمجھ میں آیا تھا۔ چہرہ خفت سے لال پڑ گیا۔

"آئی مین۔ جو ٹینشن وہاں مل رہی ہے مجھے۔"

اس نے بات بنانا چاہی مگر عباد نے انگشت شہادت اس کے لبوں پر رکھ کر اسے روک دیا۔

"شش۔ اس رشتے کے کچھ حقوق اور کچھ فرائض ہوا کرتے ہیں۔ سہاگن کا روپ پانے کے لیے ساجن یقیناً ضروری ہوا کرتا ہے۔ یو نو واٹ آئی مین؟"

اس کا لہجہ ٹھہرا ہوا اور دھیما تھا۔ پر حدت۔ لو دیتا ہوا۔

ہانیہ کو لگا۔ مزید بھی وہ یوں ہی اس کے قریب کھڑا رہا تو وہ جل کر بھسم ہو جائے گی۔

پلٹ کر تیزی سے واش روم میں چلی گئی اور دھڑ سے دروازہ بند کر لیا۔

پتا نہیں کیا ہوا۔ شاید اپنی کمزوری پر۔ یا عباد کی اتنی جرأت پر۔ مگر اسے ڈھیر سارا رونا آ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

جب سے پاپا بیمار ہوئے تھے فیکٹری نہیں جا رہے تھے۔ سارا کام ٹھپ ہو رہا تھا۔ عباد کو ساتھ لیے وہ موقع غنیمت جان کر فیکٹری کے لیے نکل گئے۔

وہ ماما کے ساتھ ناشتا کر کے فارغ ہوئی تو سعدیہ آپی آ گئیں۔ اس سے بڑے پیار سے ملیں۔ پھر چبھتے انداز میں عباد کا پوچھا اور ناگواری سے بولیں۔

"یہ کیسے دم چھلے لگا کے آئی ہو ساتھ؟"

"پاپا نے روکا ہے اسے۔ وہ تو مجھے چھوڑنے آیا تھا بس۔" ہانیہ نے صفائی پیش کی۔

"اب بتاؤ۔ کیا سوچا ہے تم نے اپنے فیوچر کے متعلق؟" سعدیہ آپی نے سیدھے سبھاؤ پوچھا تو ماما بے زاری سے بولیں۔ "اب کیا سوچے گی یہ۔ جب وقت تھا تب نہیں سوچا اس نے۔"

"اُف۔ اب تو زیادہ آسان ہے۔ ان لوگوں کے بیچ رہ کے کوئی بھی الزام لگا کے نکل آئے وہاں سے۔" انہوں نے چٹکیوں میں حل نکالا تو ہانیہ کے ذہن میں عباد اور زینی لہرا گئے۔

وہ دوپہر تک اسے اسی طرح کے مفید مشوروں سے نوازتی رہیں۔

"آتے ہی فیکٹری کے وزٹ پہ نکل گیا۔ قبضہ کرنے کا ارادہ ہے پورا۔ پتا ہے ان کا کوئی سا وارث بیٹھا ہے یہاں۔"

ہانیہ کا دل برا ہونے لگا۔ عباد اس کے باپ کو دھوکا دے رہا تھا۔

"میں ذرا کچن کی صورت حال دیکھ کے آتی ہوں۔" ہانیہ کا دل گھبرایا تو وہ اٹھ گئی۔

کھانا تقریباً تیار ہی تھا۔ وہ ملازمہ کے ساتھ مل کر ٹیبل سیٹ کرنے لگی۔ پاپا کے آنے کا وقت بھی ہو چلا تھا۔ ماما اور سعدیہ آپی کو بلانے آئی تو دروازے کی ناب پہ اس کا ہاتھ ٹھٹک سا گیا۔ ادھ کھلے دروازے سے سعدیہ آپی اور ماما کی تکرار سنائی دے رہی تھی۔

وہ ابرو کے نام پہ ٹھٹکی۔

وہ شخص جس سے سعدیہ آپی کے ہاں فنکشن میں ملاقات ہوئی تو اس کی دلنشین گفتگو نے ہانیہ کو مسحور کر دیا اور وہ اس کی محبت میں مبتلا ہو گئی۔ ان کے مابین کوئی باقاعدہ وعدے نہ تھے۔ مگر ہانیہ اس ان کہی کو بھی سمجھتی تھی۔

مگر آج۔ یہ کیا ٹوٹا تھا کوئی شیشے کا برتن یا اس کا دل۔

"غضب خدا کا سعدیہ۔ ایک بیوی بھگتا چکا ہے۔ میں تو سمجھی تھی کنوارا ہے ابرو۔" ماما بدک اٹھی تھیں۔

خود ہانیہ کا دل بھی رک سا گیا۔

"اوہو۔ تو یہ کون سا کنواری ہے اب۔ اور ویسے بھی دو سال ہوئے ابرو کو طلاق دیے بلکہ دونوں بچیاں بھی اسی کو لکھ دی ہیں ابرو نے۔ کنوارہ کا کنوارہ ہے بالکل۔"

سعدیہ آپی دوراندیشی میں کمال رکھتی تھیں۔

"تو پہلے پوری بات بتاتیں۔ ایسا ہی دل تھا ہانیہ پر اس کا تو۔" ماما نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ ایسے شان دار بندے اور بڑی آسامی کو پھانسنا پڑتا ہے ماما! ذرا سی ہمت کر لی ہانی تو آج کروڑوں میں کھیل رہی ہوتی۔"

سعدیہ آپی نے اسے یخ بستہ پانیوں میں دھکیل دیا تھا۔ اس کے آنسو آنکھوں ہی میں منجمد ہونے لگے۔

"میری بھی ساری پلاننگ برباد ہو گئی۔ لاکھوں لگا رہا تھا معیز کے بزنس میں۔ ہانیہ کے ذریعے تو اور بھی نکلوا لیتے اس سے۔ ابھی تک معیز میرے پیچھے پڑا ہے۔ ابرو کو ایسی ویسی لڑکیاں پسند نہیں آتیں۔ ہانیہ کو لفٹ کرائی تو اس میں کچھ تو کمال ہو گا نا۔"

"اب کیا فائدہ ان باتوں کا۔ شادی شدہ ہے اب وہ۔" ماما نے بات ختم کرنا چاہی۔

"تو طلاق لے لے نا۔ اتنا ٹائم برباد کر دیا اس نے ابرو کو تو اس کی شکل بھی بھول گئی ہو گی۔ ایسے کون سا کمی ہے لڑکیوں کی۔" وہ سنگ دلی کی انتہا پر تھیں۔

"نہ تو وہ کس کے سر طلاق لے بیٹھے؟" ماما نے ناگواری سے کہا۔

"کم آن ماما۔ میں کس لیے ہوں۔ دوبارہ سے ہانی اور ابرو کا پیچ اپ کرا دوں گی اور شادی نہ سہی۔ دوستی تو کر سکتی ہے نا اس سے۔ اب بہن کا گھر بچانے کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی۔"

اتنی گراوٹ۔ ہانیہ کا سر چکرانے لگا۔

"فضول باتیں مت کرو سعدی!"

ماما نے تیز لہجے میں انہیں ڈانٹا مگر وہ بے اثر تھیں۔

"اوفوہ۔ چلیں عباد سے طلاق نہ لے۔ لڑکیاں تو کیا نہیں شادی شدہ ہو کر بھی کیسے کیسے چکر چلا لیتی ہیں۔ تھوڑا سا فائدہ مجھے بھی پہنچا دے گی تو کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"بکواس مت کرو سعدیہ!" ماما کو غصہ آنے لگا۔

ہانیہ بے دم سی پلٹ گئی۔ خود کو بمشکل گھسیٹتی وہ اپنے کمرے تک آئی۔

اس وقت وہ اپنے اندر کا غبار نکالنا چاہتی تھی۔

اپنی ماں جائی کا مکروہ چہرہ دیکھ لینے کے بعد تو اس کا مر جانے کا ہی جی چاہنے لگا تھا اور ابرو سکندر۔ خوشبو جیسی باتیں کرنے والا چمکتی آنکھوں والا شخص۔

کیا چمک تھی اس کی آنکھوں میں۔ حرص و ہوس۔ اس کے آنسو بہہ نکلے۔

وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی تو عباد سے جا ٹکرائی۔

"دھیان سے۔" دو مضبوط بانہوں کے گھیرے نے اسے سنبھالا تو وہ جو پہلے ہی کسی سہارے کی تلاش میں تھی۔ بکھر سی گئی۔ مچل مچل کے رو پڑی۔

عباد جیسا مضبوط اور بے نیاز شخص بھی گھبرا گیا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا اس کے سینے سے لگی اس کی پناہوں میں بکھری وہ کس کو رو رہی ہے۔ کس کا سوگ منا رہی ہے۔

مگر اس وقت اس نے ہانیہ کو بھرپور سہارا دیا۔ اپنے لمس اپنے انداز اور توجہ سے۔ وہ رو رو کے تھک گئی تو عباد نے نرمی سے اسے اپنے سامنے کیا۔

"اتنی خوب صورت آنکھوں کا حشر کر دیا تم نے۔" وہ کوئی اور ہی سا عباد تھا۔

ہانیہ کی آنکھیں تیزی سے بھر آئیں جو پہلے ہی رو رو کر سوج گئی تھیں۔

"مجھے۔ گھر لے چلو پلیز۔ ابھی۔" اس کا ہاتھ اپنی مٹھیوں میں بھینچتے ہوئے وہ التجائیہ انداز میں بولی۔

"اوکے۔ ابھی کھانا کھا کے نکلتے ہیں۔" وہ ٹھٹکا مگر نرمی سے کہا۔

"نہیں کھانا۔ میں پیکنگ کرتی ہوں۔" وہ آنکھیں رگڑنے لگی۔

"کہاں۔" عباد نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور اپنا رومال نکال کر نرمی سے اس کی آنکھوں کو تھپتھپا کر خشک کیا۔

"ماموں جان سے اجازت لی؟ وہ تو تمہیں چند دن اور رکھنا چاہ رہے تھے۔"

"نن۔ نہیں۔ تم ان سے کوئی بہانہ کرو پلیز۔ ابھی میرا دل نہیں کر رہا رکنے کو۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے۔" وہ بے دم سی بستر پہ بیٹھ گئی۔

"اوکے۔" الجھا بکھرا سے پرسوچ نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ مان گیا۔

"میں ماموں جان سے بات کر لیتا ہوں۔ تم پیکنگ کرو۔ لیکن۔ مزید نہیں رونا۔"

تنبیہی انداز میں کہتا وہ کمرے سے نکل گیا تو وہ پھر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

اس نے پتا نہیں پاپا سے کس طرح اجازت لی مگر غنیمت رہی کہ پاپا نے اسے روکنے پہ اصرار نہیں کیا۔ البتہ ماما کچھ خاموش سی تھیں۔ سعدیہ آپی خوب بڑبڑ کے اعتراض کرتی رہیں مگر عباد نے انہیں اسی طرح نظرانداز کیا جیسے وہ عباد کو کرتی تھیں۔

سارے راستے وہ آنکھیں موندے بے دم سی پڑی رہی۔ سعدیہ آپی کی غلیظ باتیں اور سوچ اس کی پلکیں خشک ہونے نہیں دے رہی تھی۔

"جو بات دل پہ بوجھ بن رہی ہو اسے نکال کے باہر پھینک دینا چاہیے تاکہ دل کا بوجھ ہلکا ہو سکے۔"

سارے راستے میں بس ایک بار اسے مخاطب کیا تھا، جب اس نے ایک دکان پہ گاڑی روک کے زبردستی اسے جوس پلایا تھا۔

ہانیہ نے سوچا۔

وہ اپنی ماں جائی کی سوچ اس کی گفتگو کسی دوسرے سے شیئر کر سکتی ہے بھلا؟ بعض بوجھ تا عمر دل پہ دھرے رہتے ہیں اور شاید ان کا بوجھ دل پہ اٹھائے رکھنے میں ہی بھلائی بھی ہوتی ہے اور عزت بھی۔

گھر آ کے وہ تیز بخار میں مبتلا ہو گئی۔

عباد سمجھ رہا تھا کہ وہ کچھ ان چاہا برداشت کرنے پر مجبور ہے، جب ہی برداشت جواب دے رہی ہے۔

ہفتہ بھر کے بخار نے اس کو اچھا خاصا نچوڑ کر رکھ دیا۔ مگر اس ایک ہفتے میں اس نے گھر والوں کو اپنے آس پاس پریشان اور نرم خو دیکھا۔

اور عباد برضا۔ وہ وفا پرست شخص۔

وہ روتی تو کسی سہیلی کی طرح اسے اپنا کندھا پیش کرتا اور اس کے آنسو پونچھتا مگر شوہر والے رعب سے اس سارے معاملے کا سبب نہیں پوچھتا تھا۔ ہانیہ کو وہ ذرا سے پیارا لگا۔ تب ہی ایک دن اسے جھٹک کر چلا اٹھی۔

"چلے جاؤ یہاں سے۔ دل بے زار ہو گیا ہے میرا۔ بناوٹی پیار، محبت، توجہ۔ کیا میں نہیں جانتی رشتوں کے اصل چہرے۔" اور وہ دانت پیستا اٹھ کے گیا تو دو دن تک کمرے میں نہیں آیا۔

☆ ☆ ☆

بجھے دل اور ایک بے زار کن سی کیفیت لیے وہ عباد اور ڈینی کی بے تکلفی دیکھتی اور اندر ہی اندر کڑھتی رہتی۔ سعدیہ آپی کا فون آیا تو اس نے نہ چاہتے ہوئے

اٹینڈ کیا۔

"جلدی کرو... ابرو تمہارے انتظار میں ہے۔"

بہت سی باتوں کے درمیان وہ بار بار اسے یاد دلا رہی تھیں۔ ہانیہ کی آنکھیں بھر آئیں اور آواز پھٹ سی گئی۔

"مت دیں مجھے لالچ سعدیہ آپی! بھلا دیا ہے میں نے اپنی پچھلی زندگی کو۔ خیانت کر کے عباد رضا کے نکاح میں نہیں آگئی ہوں میں۔ اب بھی اگر کوئی فیصلہ کروں گی تو کسی لالچ میں نہیں، بلکہ اپنے دل کی خوشی اور ضمیر کے اطمینان کے لیے کروں گی۔ مجھے ابرو کے نام کا لالچ مت دیا کریں۔ اس سے میرا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہوا۔"

"اور تم سے بھی..." یہ کہتے ہوئے اس نے خود کو بمشکل روکا تھا اور فون بند کر کے رونے لگی۔

موسم اچھا ہوا تو وہ کرن کے ساتھ چھت پہ ٹہلنے چلی آئی۔ گزرے دنوں میں گھر والوں کے ساتھ اس کے روابط کافی بہتر ہوتے تھے۔

خصوصاً نرگس پھپھو نے اسے بالکل ماں کی طرح سنبھالا تھا اور وہ ان سب کے رویوں کو ماما کے تناظر میں دیکھتی خود پر شرمندہ ہوتی رہتی۔

کرن چائے لینے نیچے گئی تو وہ چھت سے ہوتی ٹیرس پہ چلی آئی، جہاں سے نیچے گیٹ اور پورچ کا سارا منظر دکھائی دیتا تھا۔

گاڑی اندر آتے اور اس میں سے عباد اور زینی کو نکلتے دیکھ کر اس کے احساسات عجیب سے ہونے لگے۔ پھر اسے یاد آیا، پچھلے دنوں کیسے اس نے عباد رضا کو دھتکار دیا تھا۔

اس کا دل بوجھل سا ہونے لگا۔ خدا جانے کیا صحیح تھا اور کیا غلط۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئے۔ اب وہ دونوں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ہانیہ سلگ کر رہ گئی۔

کاش پاپا! آپ اس شخص کا اصل چہرہ دیکھ پاتے۔ وہ چلتی ہوئی پچھلی دیوار کے ساتھ آکھڑی ہوئی اور باغ میں جھانکنے لگی۔

"اور اگر یہ سب عام حالات میں ہوا ہوتا تو...؟" اس کے ذہن نے پلٹا سا کھایا۔

"تو..." وہ بے اختیار سوچنے لگی۔

"اگر ماما اور پاپا کا آپس کا جھگڑا نہ ہوتا اور ہانیہ واقعی دل سے راضی ہو کر یہ شادی کرتی تو یقیناً" وہ اپنی قسمت پہ رشک کرتی۔ اسے یک لخت جھٹکا سا لگا۔

"یہ میں کیا فضول سوچ رہی ہوں۔" ہوا سے اڑتے بالوں کو ہاتھوں سے سمیٹتی وہ خود کو ڈانٹنے لگی۔ سیڑھیوں پہ سے قدموں کی آواز اوپر آتی محسوس ہوئی۔ کرن چائے لے آئی تھی۔ اس نے ٹرے لا کر دیوار پہ رکھی۔ ہانیہ باغ کی خوب صورتی سے محظوظ ہوتی قدرے بے توجہ سی تھی۔ پلٹے بغیر چائے کا مگ اٹھایا اور بولی۔

"یہ زینی کیا ہر وقت تمہارے بھائی کے ساتھ چپکی رہتی ہے؟" جواب لمحہ بھر کے توقف کے بعد ملا۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ کافی فاصلے ہوتے ہیں۔" ہانیہ کا دل اچھل کر حلق تک آیا۔ ہاتھ لرزا تو چائے مگ سے چھلک گئی۔

"دھیان سے... کیا ہوا؟ جواب پسند نہیں آیا؟" وہ بڑی سادگی سے پوچھ رہا تھا۔ خود کو سنبھالتے ہوئے ہانیہ نے مگ واپس ٹرے میں رکھا اور اس کی طرف پلٹی۔ کاٹن کے کرتا شلوار میں وہ شام کے اس وقت بہت فریش لگ رہا تھا۔ اس پہ مستزاد لبوں کی تراش میں ہلکی سی مسکراہٹ۔

"یہ کون سا طریقہ ہے کسی کی پرائیویسی میں مداخلت کا؟" ہانیہ نے اسے لائن کے دوسری پار ہی رہنے کا اشارہ دیتے ہوئے کہا تو اس نے ٹیرس پہ نگاہ دوڑاتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"ٹیرس پہ پرائیویسی...؟"

"کرن کہاں ہے۔ چائے تو وہ لا رہی تھی۔" وہ ناراض تھی۔ عباد نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"تمہیں تو اپنی خوش قسمتی کا یقین ہو جانا چاہیے۔ عباد رضا تمہارے لیے چائے لایا ہے۔"

وہ سراسر شرارت پہ آمادہ تھا۔ ہانیہ نے سلگتی نگاہ اس پہ ڈالی پھر بڑے اطمینان سے بولی۔

"ایسے تو کتنی ہی دفعہ ہوٹل میں ویٹر میرے لیے چائے لائے ہیں۔" وہ زور سے ہنس دیا۔

ہانیہ کی نگاہ بے اختیار اس کی طرف اٹھی۔ وہ ان مردوں میں سے تھا جو چھا جانے والی شخصیت رکھتے ہیں۔ اب چاہے وہ بولیں، خاموش رہیں یا محض سانس ہی لیں۔ اس لمحے ہانیہ نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا اور یہ بھی کہ اسے عباد رضا سے دور رہنا چاہیے۔

اچانک وہ سٹپٹا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگی، جہاں سے موٹی موٹی بوندیں گرنے لگی تھیں۔

"یہاں شیڈ کے نیچے آجاؤ۔ ابھی بارش تیز ہو جائے گی۔" ٹرے اٹھانے کی غرض سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے عباد نے کہا تو وہ لاپروائی سے بولی۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں۔" پھر اس نے جیسے ٹرے اٹھانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بھاپ اڑاتی چائے میں بارش کے قطرے ٹپ ٹپ گر رہے تھے مگر وہ پوری طرح ہانیہ کی طرف متوجہ تھا۔

"اتنی نازک سی ہو۔ بیمار پڑ جاؤ گی۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری۔ اتنی کمزور نہیں ہوں میں۔" وہ تنکی۔

"ارے..." وہ ذرا سا ہنسا۔ "میں نے کمزور تو نہیں کہا، بلکہ میں نے تو تمہاری نازکی کی تعریف کی ہے۔"

بارش اب زور پکڑنے لگی تھی۔

"مجھے تمہاری تعریفوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی نظروں نے ہانیہ کو قدرے نروس کر دیا تھا مگر اس کے لہجے کی بے رخی میں فرق نہیں آیا۔

بارش کا پانی اب اسے بھگونے لگا تھا۔

عباد کے سامنے اسے شرم سی آنے لگی تھی۔ خجل ہو کر اس نے دوپٹے کا پلو پکڑ کر نچوڑا۔

"بارش تیز ہو گئی ہے۔" اس کے قریب سے گزر کر کہتے ہوئے وہ شیڈ کی طرف بڑھی مگر ایک جھٹکے سے رکی۔ دل جیسے غوطہ کھا گیا۔ بے اختیار پلٹنا پڑا۔

بارش کی چادر کے پار وہ مسکرا رہا تھا۔ ہانیہ کا داہنا ہاتھ اس کی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ یوں ہی مسکراتا ہوا اس کے مقابل ہوا۔

"ابھی تو بڑی بہادری کے دعوے کر رہی تھیں۔"

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" وہ اس کی بھوری ساحر آنکھوں میں دیکھنا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی اس کی خوب صورت مسکراہٹ کو۔

"اور اگر نہ چھوڑوں تو... کیا کرو گی؟" نرمی سے کہتے وہ اس کے قریب ہوا تھا۔ اتنے قریب کہ ہانیہ کو اپنے حواس معطل ہوتے محسوس ہوئے۔

"عباد پلیز... کیا بدتمیزی ہے۔" وہ ڈھنگ سے غصہ بھی نہیں کر پائی۔

"تھوڑی دیر یہاں کھڑی رہو۔ ہو سکتا ہے کچھ غلط فہمیاں دھل جائیں۔" وہ برجستہ بولا تو ہانیہ نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔

"عباد... علی! یہاں کیا کر رہے ہو؟"

زینی کی آواز نے منظر میں ہلچل سی مچا دی۔ وہ چھت پہ آ گئی تھی اور سیڑھیوں کے سرے پہ کھڑی یقیناً انھیں اتنے قریب کھڑے دیکھ چکی تھی۔ گہری سانس بھرتا وہ پلٹنے لگا۔ اس کی مٹھی کھلی تو ہانیہ نے اپنا ہاتھ آزاد ہوتا محسوس کیا۔ مگر اگلے ہی پل جانے اس کے دل میں کیا سمائی، اس نے جاتے ہوئے عباد کا ہاتھ ٹھیک اسی طرح اپنی مٹھی میں جکڑ لیا جیسے اس نے ہانیہ کا جکڑا تھا۔

عباد حیران سا چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگا تو وہ قصداً مسکرائی۔

"ابھی کچھ غلط فہمیاں تو دھلنے دو۔"

دور کھڑی زینی کے بدن میں شرارے دوڑ گئے۔ وہ انھیں سن تو نہیں سکتی تھی مگر جو کچھ اسے دکھائی دے رہا تھا، وہ ناقابل برداشت تھا اور ہانیہ یہی چاہتی تھی۔ مجھے بے سکون کرنے والے ذرا خود بھی تو پریشان ہوں۔

"بھائی... مجھے گھر جانا ہے۔ مجھے چھوڑ کے آؤ ابھی۔"

وہ پاؤں پٹخ کے چیخی تھی۔

ہانیہ نے اطمینان بھری اونچی آواز میں کہا۔
"تم سعد کے ساتھ چلی جاؤ۔ ہم ابھی بارش انجوائے کریں گے۔"
عباد کو اس طرح حیران ہوا کہ غصے سے بھری زینی کو جاتے ہوئے روک بھی نہیں پایا۔ وہ تو بارش میں بھیگتی اس طلسمی صورت کو دیکھ رہا تھا۔ زینی کے جاتے ہی اس نے اپنے ہاتھ کو نرم سی گرفت سے آزاد ہوتے پایا۔
"بڑی ڈرامے باز ہو۔" عباد نے متاثر ہونے والے انداز میں کہا تھا۔
"پہلے نہیں تھی مگر اب حالات کے مطابق ڈراما کرنا ہی پڑے گا۔" وہ تنکی سے کہتی سامنے شیڈ کی طرف چلی گئی۔
دوپٹا اتار کر نچوڑتے ہوئے ہانیہ نے دیکھا' دونوں بازو پھیلائے وہ بارش میں بھیگ رہا تھا۔
دوپٹا پھیلا کر اوڑھتی وہ سیڑھیاں اتر کے نیچے آئی۔ زینی تنے ہوئے تاثرات لیے لاؤنج میں کھڑی تھی۔ نرگس پھپھو اسے پتا نہیں کیا سمجھا رہی تھیں۔ ہانیہ کو دیکھ کر اس سے پوچھنے لگیں۔
"عباد کہاں ہے؟"
"وہ تو اوپر ہی ہیں۔" ہانیہ نے ایک چبھتی نظر زینی پہ ڈالتے ہوئے بتایا۔
"اسے رہنے دیں ماہی! میں سعد کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی اور اسے کہیے گا آئندہ مجھے لینے نہ آئے۔" زینی تڑخ کر بولی۔
"ابھی تو بارش ہو رہی ہے۔ ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر۔" کرن نے مصالحت آمیز انداز میں کہا۔
"تب تک کون سا تمہارے بھائی کا دماغ ٹھکانے پہ آجانا ہے۔" ہانیہ کپڑے تبدیل کرنے کے ارادے سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔
"ہونہہ... اچھی شکل کا جادو سر چڑھ کے بول رہا ہے تمہارے بھائی کے۔"
اس نے اپنے پیچھے زینی کا زہریلا لہجہ سنا تھا۔ مگر نظر انداز کرتی کمرے میں چلی گئی۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے نکلی تو عباد کمرے میں موجود تھا۔
"زینی چلی گئی؟" ہانیہ نے بے اختیار پوچھا اور پھر پچھتائی۔
"ابھی بیٹھی ہے۔ چینج کر کے پھر ڈراپ کرنے جاؤں گا اسے۔" وہ نارمل سے انداز میں بولا تو وہ جوابی خود کو "مجھے کیا" کہہ کر لاپروائی ظاہر کر رہی تھی' چونکی۔
"لیکن وہ تو سعد کے ساتھ جانے والی تھی۔"
"میں اسے لے کر آیا تھا۔ اصولاً" مجھے ہی ڈراپ بھی کرنا چاہیے۔" وہ الماری سے ٹراؤزر شرٹ نکال کے پلٹا اور رسان سے بولا۔
"تم شادی کرنا چاہتے ہو اس سے؟" وہ اس کے راستے میں آکر بڑے جھجکتے ہوئے انداز میں بولی۔ عباد ٹھٹکا' پھر سنجیدگی سے بولا۔
"یہ تک تو مجھے پہلے بھی کوئی نہیں سکتا تھا۔ مگر تم بتاؤ' تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"
"ہاں... مجھے اعتراض ہے مسٹر عباد! کہ جب تک میں تمہارے نکاح میں ہوں تم..." وہ بڑے جوش سے کہنے لگی تھی کہ وہ اونچی آواز میں اس کی بات کاٹ کر بولا۔
"جب تک سے کیا مراد ہے تمہاری؟ تم میرے نکاح میں ہو اور اب رہو گی۔" آخری جملے پر زور دے کر بولا۔
"تو زینی کون ہے پھر؟" اپنی طرف سے ہانیہ نے بڑا کڑا وار کیا تھا۔
"وہ میری کزن ہے اینڈ دیٹس آل۔ تم اپنے دماغ کو فضولیات میں مت الجھاؤ۔"
"تھینک یو مسٹر عباد! یہ فضولیات یہاں آکے مجھے بھگتنی پڑ رہی ہیں' میکے سے نہیں لے کے آئی تھی میں۔" وہ تڑخ کر بولی۔
"لڑنا چاہتی ہو؟" عباد کے تیور بھی بدلے تھے۔
"میں ساری اصلیت جاننا چاہتی ہوں۔" اس کا اشارہ اپنی جگہ تھا۔ عباد نے لب بھینچے اور گھور کے اسے دیکھا' پھر بولا۔
"تمہارا صرف دماغ خراب ہے۔ اصلیت تمہارے سامنے ہے۔ تم سے شادی کر کے اس گھر میں لایا ہوں' تمہیں۔"
"نہیں... جبکہ زینی سے تمہاری منگنی ہو چکی تھی۔" وہ غصے سے بولی۔
"یہ میرا پرسنل میٹر ہے۔ میں ہر بات تم سے شیئر کرنے کا پابند نہیں ہوں۔"
عباد واش روم میں گھس گیا۔ ہانیہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

اس ان چاہی زندگی نے ہانیہ کو عجیب سے دوراہے پر لاکھڑا کیا تھا۔ ماضی دامن پکڑ کے کھینچتا تو وہ گھبرا کر خود کو حال میں الجھانے کی کوشش کرتی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا فیصلہ کرے اور کس طرح۔
عباد اس سے شادی کر کے بھی اس قدر انجان اور اجنبی تھا کہ حد نہیں۔ اوپر سے زینی۔ ہانیہ نے جس سے گھبرا کر کمرے کی کھڑکی کھولی تو حسین منظر نے نگاہوں کو جکڑ لیا۔
اتنے دنوں میں پہلی بار اس نے یہ کھڑکی کھولی تھی اور آج ہی اسے علم ہوا کہ یہ بڑی سی کھڑکی ملحقہ باغ میں کھلتی تھی۔ جہاں سے آم اور لیموں کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ رشک سے باغ کی خوب صورتی دیکھ رہی تھی۔ تب ہی نسوانی قہقہے نے اس کی سماعتوں کو متوجہ کیا۔
"عباد..." ہوا کے دوش پہ اتراتی زینی کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے بے ساختہ کھڑکی کی چوکھٹ پہ ہاتھ جما کر جھک کر آگے ہوتے ہوئے باغ میں نظر دوڑائی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔
"تم ہانیہ کو کب چھوڑ رہے ہو؟" زینی نے اس قدر آرام سے پوچھا کہ وہ سن ہو کر رہ گئی۔
"یہ میں نے تم سے ملنے تو نہیں کیا تھا۔" عباد کی آواز بے حد پرسکون تھی۔
"عباد پلیز... معاف کردو مجھے۔ غلطی ہو گئی مجھ سے... میں اب بہت بدل گئی ہوں۔ تم یہی چاہتے تھے نا۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔
"تم بہت اچھی ہو زینی! بہت خوب صورت بہت مکمل۔" وہ کہہ رہا تھا۔
ہانیہ عجیب سے احساسات کا شکار ہونے لگی مگر دل کچھ اس قدر بے زار ہوا کہ اس نے کھڑکی بند کر دی۔
"وہ اچھی ہے... خوب صورت اور مکمل۔"
وہ آئینے کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس کا تراشا ہوا سراپا اور دلکش نقوش واضح تھے۔ بالوں کی نئی کٹنگ اسے بے حد سوٹ کر رہی تھی۔
"کیا میں خاص نہیں ہوں۔ اتنی کہ عباد رضا میری بھی تعریف کرنے پہ مجبور ہو جائے۔ وہ بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت کی تعریف کر رہا ہے۔ میں نے اسے اتنی چھوٹ کیوں دی کہ وہ اس بے ایمانی پہ اتر آیا ہے۔"
"اور تم جو اس سے بے ایمانی کرتی رہی ہو... کسی اور کے خیالات۔" اس کا ذہن بھٹکا۔
"وہ معاملہ تو ختم ہوا۔ اب تو یہی میری زندگی ہے۔ پھر اس کی بربادی اتنے آرام سے کیسے دیکھوں۔"

☼ ☼ ☼

اس نے کرن اور سعد سے پکی دوستی گانٹھ لی۔ نرگس پھپھو کے ساتھ کچن میں گھسی نئے نئے کھانے سیکھتی رہتی۔ وہ اب عباد رضا کے پلٹنے کی دعا کرتی تھی۔
اتنا تو اسے کرن کی باتوں سے علم ہو ہی چکا تھا کہ عباد نے اس سے شادی کسی لالچ میں نہیں کی تھی۔
جو شخص اپنی زمینوں کے چاول وسیع پیمانے پہ کئی بڑے شہروں میں سپلائی کرتا ہو' جسے روپے پیسے کی کوئی کمی نہ ہو' وہ پاپا کی ایک چھوٹی سی فیکٹری اور گھر کا کیا لالچ کرتا؟
"ہمی کو زینی کی اکڑ اور غرور پسند نہیں۔ بھائی جان کی اس سے کوئی باقاعدہ منگنی نہیں ہوئی تھی۔ ابو کے دل کی خواہش تھی۔ انہوں نے سالوں پہلے ہی پھپھو

سے ذکر کیا تو بس ان کے تئیں منگنی ہو گئی سمجھو اور زینی نے تو یوں حق جتانا شروع کیا جیسے سچ مچ ان کی منگیتر ہو۔ بھائی اپنی فطری نرم دلی کی وجہ سے اسے کچھ نہیں کہتے۔"

کرن نے تفصیل بتائی تو اس کا دل بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا۔

"تو اچھی شکل کی ہے۔ اس سے شادی کر لیتے۔"

"زینی کو گھر بسانا نہیں آتا۔ وہ رشتے نبھانے میں اناڑی ہے۔ بھائی کی پسند ایک ایسی لڑکی تھی جو اس گھر کو جوڑ کے رکھے اور ہم سب کو بھی۔ مگر جب امی نے انہیں آپ کے لیے کہا تو وہ ایک لفظ بھی اعتراض کا نہیں بولے۔"

ہانیہ کی سانس بڑے سبھاؤ سے چلنے لگی۔

☼ ☼ ☼

ماما کا فون آیا تو وہ سخت پریشان تھیں۔

"زونی کی وجہ سے گھر میں فساد مچا ہوا ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"ہنی مون کے لیے ٹکٹوں کا انتظام کرنے کو کہہ رہی ہے۔ یورپ جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں دونوں۔"

"کیا مطلب۔ علی کی فیملی تو خود اتنی ویل آف ہے۔" اسے جھٹکا لگا۔

"نرے کنجوس ہیں۔ پیسہ خرچتے جان نکلتی ہے سب کی اور پھر بزنس کون سا علی کا ہے۔ باپ بھائی کا کمایا ہوا ایسا ہے۔ لگا بندھا خرچ لیتا ہے۔ تنخواہ ہی سمجھ لو۔" ماما نے تفصیل بتائی تو وہ بولی۔

"تو زونی کو سمجھائیں نا۔"

"اسے کیا سمجھاؤں، وہ تو حق داری پہ اتر آئی ہے۔" ماما کے لہجے میں تھکاوٹ سی اتر آئی۔

"زونی کا تو حق مہر ہی ایک لاکھ تھا۔ اپنی ٹکٹ تو وہ کروا ہی سکتی ہے۔"

اسے یاد آیا تو ماما نے بتایا۔

"اس بے غیرت نے پہلی رات ہی حق مہر بخشوا لیا تھا۔" ہانیہ کو اپنے حق مہر کی رقم یاد آئی جو اس نے لاپروائی سے اپنے پاؤچ میں ڈال رکھی تھی۔

"دل کا امیر ہونا چاہیے بندے کو۔ روپیہ پیسہ دولت تو آنی جانی شے ہے۔ خدا کا شکر تم اچھے گھر میں چلی گئیں۔"

ماما پرسوچ تھیں اور متفکر بھی۔

اور اب ہانیہ کی آنکھوں پر سے بھی بدگمانی کی پٹی اتر چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

ہانیہ نے کھانا پکانے کے علاوہ بھی بہت سی ذمہ داریاں اٹھائیں۔ پھپھو کی تو وہ پسندیدہ بہو ٹھہری اور عباد...

اس دن کے بعد سے وہ ہانیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ رہا تھا۔ ہانیہ مضطرب و بے چین تھی۔

وہ زینی کو عباد جیسا پیارا شخص یوں دان کرنے کو تیار نہ تھی۔ خدا نے اسے ابرو جیسے شخص سے بچا کر عباد رضا جیسا بہترین شخص دیا تھا اور اسے اس تحفے کی قدر کرنا تھی۔

ایسے ہی ایک دن وہ اندر کمرے میں آنسو بہاتی اپنی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں پر پچھتا رہی تھی۔

عباد اپنا والٹ اٹھانے کمرے میں آیا۔ سامنے نظر پڑی۔ اپنا والٹ اٹھا کر وہ اسی تیزی سے پلٹا۔ مگر پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ واپس بیڈ کی طرف آیا۔

"تم پھر رو رہی ہو؟"

وہ جیسے نہ چاہتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا تھا۔ سوال سوال کرتی اسے دیکھتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تو اور کیا کروں۔ جس لڑکی کا شوہر اتنی خوب صورت بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری لڑکیوں کو خوب صورتی کی سند دیتا پھرے، وہ رونے کی نہیں تو کیا کرے گی۔"

وہ متحیر سا اسے دیکھنے لگا۔ پھر بات سمجھ میں آئی تو رکھائی سے بولا۔

"اگر یہ سند بیوی ادب و احترام سے وصولتی تو شوہر بھی خوشی خوشی اسی کو اس عہدے پر فائز کرتا۔"

"اور وہ جو قائم مقام منگیتر ہونے کا دعوا کر رہی تھی۔" اسے یاد دلایا۔

"جھٹکے سے چھڑائیں تو دامن پھٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کسی کے دماغ کا فتور نکالنے کے لیے اپنا دماغ خوار کرنا پڑتا ہے۔ زینی کو بھی تمہاری طرح بہت کچھ سمجھ میں آ گیا ہے اور باقی بھی جلدی سمجھ جائے گی۔"

وہ جانے کی جلدی میں تھا۔ ہانیہ اپنی تمام تر انا و خودداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اٹھ کر اس کے سامنے آئی اور بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"اور میں... میرا کیا؟"

"تم..."

چند لمحے اسے گھورتے ہوئے وہ اس کی معصومیت بھری خوب صورتی کی تاب نہ لا سکا تو ہنس دیا۔

"تمہیں تو دل چاہتا ہے کچا چبا جاؤں۔"

وہ خفا ہونے لگی۔ دفعتاً عباد نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

"میرا دل، میرا چین، میرا ارتکاز سب ہی کچھ تو چھین لیا ہے تم نے۔"

وہ اس کی بے اختیارانہ بے تابیوں پر دم بخود تھی۔ اس نے تو یہ سوچا تھا کہ وہ اسے معاف کر دے گا مگر اس قدر محبت اور مان سے معاف کرے گا، یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

"آئم سوری عباد۔" اس کی نرم ہتھیلی چھو کر آئی تو وہ شرمساری سے آنسو بہانے کو تیار ہو گئی۔

"خبردار... پھر دریا بہانے چلی ہو۔" اس نے ڈپٹ کر کہا۔

"میں سمجھی آپ کسی لالچ میں مجھ سے شادی کر رہے ہیں۔" سچ بولنا مناسب سمجھا۔ منہ بسورتی بچی جیسی لگتی وہ سیدھی دل میں اترتی جا رہی تھی۔ عباد نے اسے دونوں بازوؤں سے جکڑ کر خود سے قریب کر لیا۔

"ہاں۔ لالچ تو تھا ہی... وہ پہلی نظر کی محبت عجب چال کی ملاقات، مجھے کیا پتا تھا یہ چاند میرے ہی آنگن میں اترنے والا ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"ہائے۔" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"اور اب ان سب ضائع شدہ لمحوں کا حساب ہو گا جو تم اپنی بے وقوفی کی وجہ سے گنوا چکی ہو۔"

وہ شرارت سے بولا تو کمرے میں ہانیہ کی ہنسی کے ساتھ عباد کا ہلکا سا قہقہہ گونج اٹھا۔

آسمان پر چاند مسکرا رہا تھا اور ہانیہ کا دل خدا کے حضور سجدہ ریز تھا جس نے اسے ایسا ہمدم اور ایسا دوست عطا کیا تھا جس کا دل خالص جذبوں سے لبریز تھا۔

"اور جو آپ نے کہا تھا کہ مجھ میں وہ خاص بات نہیں ہے جو آپ کو چارم کر سکے۔"

"وہ تو ایسے ہی شوہرانہ رعب... سمجھا کرو نا یار!"

چاند مسکراتا ہوا ان کی سرگوشیاں سننے لگا۔

☼